U47644 5-12-05

Title - KHUTOOT-E-AKBAR.

Creator - Akbar Allahabadi; Murattib Mukhtar uddin Arzoo.

Publisher - Mukhtar uddin Arzoo (Aligarh).

Date - 1950

Pages - 44

Subjects - Akbar Allahabadi - Sawaneh-o-Tanqeed; Khutoot - Akbar Allahabadi; Akbar Allahabadi - Khutoot.

خطوطِ اکبرؒ

Письма Акбара

مرتبہ

مختار الدین احمد آرزو

ایم۔ اے (علیگ)

فہرست مکتوب الیہم

مکتوب الیہ	تاریخ
احسن مارہروی	۳۰ر نومبر ۱۹۱۲ء
صاحبزادہ آفتاب احمد خاں	۹ر دسمبر ۱۹۱۶ء
امجد علی خاں عظیم آبادی	۱۱ر جنوری ۱۹۹۷ء
عبد الباقی خاں الہ آباد	۱۳ر فروری ۱۹۱۴ء
مولوی بشیر الدین صاحب اٹاوہ	۲۰ر جون ۱۹۰۵ء
پنڈت پدم سنگھ شرما	۱۸ر جون ۱۹۲۸ء
حسرت موہانی	۱۹۰۵ء
دلگیر اکبر آبادی	۱۷ر جون ۱۹۱۳ء
〃	۲۸ر جون ۱۹۱۳ء
〃	جنوری ۱۹۱۴ء
〃	جولائی ۱۹۱۴ء
حکیم سید محمد صالح	۱۵ر دسمبر ۱۹۱۴ء
صفدر مرزا پوری	۶ر جنوری ۱۹۱۵ء
ظفر علی خاں	۱۹۰۵ء
سر عبد القادر	۱۹۱۱ء
محشر لکھنوی	۲۵ر [illegible] ۱۹۱۹ء
〃	۹ر جنوری ۱۹۲۰ء
〃	۵ر فروری ۱۹۲۰ء
〃	۱۷ر فروری ۱۹۲۰ء
〃	۲۴ر مارچ ۱۹۲۰ء
〃	۲۵ر جون ۱۹۲۰ء
〃	۱۳ر جولائی ۱۹۲۰ء
〃	۲۰ر جولائی ۱۹۲۰ء
〃	۱۰ر مارچ ۱۹۲۱ء
〃	۱۷ر مارچ ۱۹۲۱ء
〃	۱۲ر اگست ۱۹۲۱ء
ڈاکٹر سید محمود	۱۱ر جون ۱۹۱۹ء
〃	۲۹ر اگست ۱۹۲۱ء
〃	۳۱ر اگست ۱۹۲۱ء
حضرت نیاز فتح پوری	۲۶ر نومبر ۱۹۱۳ء
〃	۵ر مئی ۱۹۱۴ء
نور الحسن نیر	(جنوری ۱۹۲۱ء)
واحدی دہلوی	(قبل از ۱۹۱۵ء)
؟	(〃 ۱۹۰۳ء)
؟	(۱۸۹۱ء)

فائدہ۔ مندرجات مابین القوسین قیاسی ہیں یقینی نہیں۔

معتقدین کا اصرار ہوتا تھا اور وہ ٹال جاتے تھے۔ مرزا سلطان احمد کو لکھتے ہیں "وقت پر آشوب ہے بدگمانیوں کا زور ہے۔ خطوط اس خیال سے کبھی نہیں لکھے گئے کہ وہ شائع ہونگے مجھ سے اکثر صاحبوں نے اجازت چاہی لیکن میں نے تامل کیا۔ پرائیوٹ خطوط کو جب تک دیکھ نہ لوں اجازت کیسے دے سکتا ہوں یہ بھی نہیں معلوم کہ کون حضرات اس تدوین کے اہل ہیں۔ قدسی صاحب نے مجھ کو نہیں لکھا آپ نے نہایت دانشمندی اور بزرگی کا اظہار فرمائی کہ مجھ کو اطلاع دی کچھ عذر نہیں ہو سکتا لیکن میں خطوط کو دیکھ لوں۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے چند خطوط کی نسبت اجازت حاصل کی تھی لیکن مجموعہ اطمینان بہم ہو گیا نوبت طبع نہ آئی اکثر دوستوں نے اس قدر اپنی خطوط جمع کئے زیادہ تر بلحاظ مضامین کے ایسے تعلقات پیش آ گئے ہیں کہ سکوت کو سخن پر ترجیح دینا پڑا ہے، آپ پر بلا شبہ بھروسہ کر سکتا ہوں کہ میرے خطوط جو آپ کے نام ہوں یا اوروں کے نام انکو حذف و ترمیم مناسب کے بعد شائع کیجئے اب یا کبھی (سلطان: ۴۱)

اس صفحہ پر جسکا شاید یہ سبب ہے تفصیلی خط ہے جس سے انکا نقطہ نظر اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے

انہیں اپنے پرائیوٹ خطوط کا بڑا خیال رہتا تھا کہ کہیں وہ شائع نہ ہو جائیں۔ ایک مرتبہ سلطان احمد نے بھوپال کے کسی صاحب کو اکبر کے کچھ نجی خطوط بھیج دیئے اکبر کو معلوم ہوا تو انہوں نے اظہار افسوس کیا۔ اسکی جواب میں اکبر لکھتے ہیں۔ مجھ کو بھی افسوس ہے کہ بھوپالی صاحب کو آپنے میرے پرائیوٹ خطوط بھیج دیئے (سلطان: ۴۴)

رام پور کے شرف الدین احمد خاں مصر تھے کہ اکبر کے خطوط شائع کریں، انکا ذکر متعدد خطوط میں آیا ہے عزیز کو لکھتے ہیں، شرف الدین احمد خاں مجھ کو بار بار لکھ رہے ہیں کہ آپ کے مزاج اور شان کے خلاف کوئی امر نہ ہوگا۔ میں نے لکھا۔ برادر شان و مزاج کی بات نہیں ہے سوشیل مصلحت پولٹکل نزاکت لٹریری صحت ان باتوں کا خیال ہے پرائیویٹ تحریر میں زیادہ خیال نہیں رہتا کہ جلکر اپنے خطوط کی افادیت ہی سے انکار کر جاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھا کہ خطوط کے چھپنے سے کیا فائدہ ہے اہل زبان تو ہوں نہیں اور اس وقت زبان خود معرض تغیر میں ہے رہا اخلاقی اور فلسفیانہ پہلو تو چند خطوط سے کوئی مکمل پہلو پیدا نہیں ہو سکتا (عزیز: ۱۹۱)

انہیں کو لکھتے ہیں "زیادہ تر خیال پولٹکل امور کا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی پر طعن یا غیبت نہ ہو جتنی ہی لکھتا ہوں مخلوط اپنے دل ہی ہو جاتا ہوں ورنہ میں تو اظہار شفقت یا داد سخن دینے کے سوا خود کچھ نہیں لکھتا (عزیز: ۱۶۹)

ایک دوسرے خط میں اپنے خیالات تفصیل سے لکھتے ہیں، پرائیویٹ خطوط کے لکھنے میں یہ خیال نہیں رہتا کہ پبلک کے سامنے پیش ہوگا اس نازک زمانہ میں اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی بات کسی کو ناپسند ہو اشاعت کرنے والے کو اسکا خیال نہ ہو رامپور کے ایک صاحب حق نرا ہوتے ہیں اس فکر میں ہیں بڑے بڑے لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپکے خطوط دیدوں میں نے شبہ ظاہر کیا، بہر حال اگر کچھ خطوط چھاپے جائیں تو بہتر ہوگا کہ میں انکو ایک نظر دیکھ لوں رامپوری صاحب نے چند خط

بھیج دیے تھے، بعض ترمیمات کے بعد میں نے واپس کر دیئے (عبدالماجد: ۹۵، ۱۱۲، ۱۱۳)

آخر میں اکبر کی مخالفت میں نرمی آگئی تھی اور انھوں نے ترمیمات کے بعد اپنے خطوط کا شائع کرانا منظور کر لیا تھا۔ خطوں کو جمع کرنا اور ترتیب کا کام ان کی زندگی میں شروع ہو چکا تھا گو انکی حیات میں کوئی مجموعہ شائع نہ ہو سکا

جہاں تک مرتب کو علم ہے اب تک اکبر کے خطوط کے پانچ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے دو حصوں میں چھاپے اور جناب مولانا عبدالماجد دریابادی کے خطوط ایک مجموعہ شائع کئے مولانا کے نام کے یہ خطوط ۸ انئے خطوں کے اضافہ کیساتھ ابھی حال میں ایک مجموعۂ خطوط (خطوط مشاہیر) میں شریک اشاعت کر لئے گئے ہیں جنھیں شیخ محمد اشرف نے لاہور سے شائع کیا ہے مولانا نے ان خطوط پر بڑے مفید تشریحی نوٹ لکھے ہیں اکبر کے ان خطوط کو سمجھنے کے لئے ان حواشی کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا

خواجہ حسن نظامی کے شائع کردہ مجموعہ میں مولانا کے نام ۷۹ خطوط ہیں۔ خطوط مشاہیر میں یہ تعداد ۱۹۷ ہو گئی ہے، ان خطوط کے مطالعہ سے اکبر کی شخصیت پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے ان خطوط کی اہمیت یوں بھی بڑھ جاتی ہے کہ انکا بیشتر حصہ علمی و ادبی افادات پر مشتمل ہے تیسرا مجموعہ وہ ہے جسے دائرہ ادبیہ لکھنؤ نے شائع کیا ہے اس میں عزیز لکھنوی کے نام اکبر کے ۲۵۳ خطوط ہیں چوتھے مجموعہ میں مرزا سلطان احمد قادیانی کے نام اکبر کے ۷۷ خطوط ہیں پانچواں مجموعہ وہ ہے جو "رقعات اکبر" کے نام سے ۱۳۶ صفحات پر لاہور میں شائع ہوا ہے، اس میں ۱۰۵ رقعات ہیں تفصیل یہ ہے۔

بنام سید سلیمان ندوی ۲۴ رقعات، صدر یار جنگ ۲، افتخار حسین ۱۹، سر کشن پرشاد ۱۰، شرف الدین احمد ۳۵، سر عبدالقادر ۱۵، جمع ۱۰۵ رقعات

اتالیق بستانی حصہ دوم جسے خواجہ حسن نظامی صاحب نے مرتب کیا ہے اس میں بھی اکبر کے ۹ خطوط خواجہ صاحب کے نام اور دو خط حضرت شاہ فتح پوری کے نام ملتے ہیں خواجہ صاحب کے بیان کے مطابق انکے پاس اکبر کے ایک ہزار خطوط تھے مرتب نے یہ خطوط اپنے مجموعہ میں شامل نہیں کئے ہیں یقین ہے کہ یہ خطوط انکے شائع کردہ مجموعہ میں ضرور ہونگے چونکہ یہ مجموعہ اسوقت پیش نظر نہیں اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ خواجہ صاحب نے ایک ہزار خطوط میں کتنے خطوط شائع کئے، اور یہ خطوط اس میں موجود ہیں یا نہیں۔

ان پانچ مجموعوں کی اشاعت کے بعد بھی مرتب کا خیال ہے کہ اکبر کے خطوط ابھی تھوڑی تعداد میں شائع ہوئے ہیں ان کا خاصا ذخیرہ جمع کرنا اور چھاپنا باقی ہے۔ ان مجموعوں میں صرف وہ خطوط ہیں جو خواجہ حسن نظامی

مولانا عبدالماجد دریابادی، عزیز لکھنوی، مرزا سلطان احمد، مولانا سید سلیمان ندوی، صدر یار جنگ، مہاراجہ سرکشن پرشاد، شرف الدین احمد، سرعبدالقادر کو لکھے گئے ہیں اکبر کے مکتوب الیہوں کی تعداد اس سے یقیناً بہت زیادہ
اکبر کے ایک خط (عبدالماجد ۹۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ شرف الدین احمد رامپوری نے اکبر سے کچھ خطوط بغرض اشاعت طلب کئے تھے اکبر نے انہیں کوئی مدد نہیں دی اور نہ انہیں اس کام کی اجازت دی یہ صاحب اپنے نام کے خطوط علیحدہ چھاپنے والے تھے اور اکبر سے دیباچہ لکھنے کی فرمائش کی تھی جو مسترد کر دی گئی انہیں کو ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں: شرف الدین صاحب رامپوری نے مرزا سلطان احمد، مہاراج کشن پرشاد اور اکثر احباب سے خطوط مانگے ان سب نے مجھ کو لکھا دقت یہ ہے کہ میں نے پرائیویٹ خطوط لکھے ہیں معلوم نہیں کس میں کیا پہلو ہو
شرف الدین صاحب اپنے ہی نام کے خطوط کو چھاپیں (عبدالماجد: ۹۹)

نیز ملاحظہ ہوں خطوط ۱۱۲، ۱۱۳ عجب نہیں جو بعد میں مایوس ہو کر شرف الدین صاحب نے اپنے اور دوسرے نکتے حاصل کردہ خطوط "رقعات اکبر" میں شائع کرا لیے ہوں۔

تلاش و تجسس سے اکبر کے بہت سے خطوط مل جانے کی توقع ہے اکبر کے سینکڑوں خطوط ان کی زندگی میں مختلف اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئے تھے

اکبر سلطان احمد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں "ابھی شدت مرض میں ایک پرائیویٹ خط معذرت ایڈیٹر صاحب زمیندار کو لکھا تھا انھوں نے اسکو چھاپ دیا (سلطان ۲۰۰)

عزیز لکھنوی کو لکھتے ہیں، معیار میں ایک مختصر اتش سانحہ (وفات ہاشم) اور میرے اس صدمہ کا لکھ جانا کافی ہوگا مجھ کو معلوم نہیں میں نے خط میں کیا لکھا تھا اگر زبان سے بے صبری اور خدا فراموشی نہ ٹپکتی ہو تو شائع ہو سکتا ہے (عزیز ۵۶) اسی طرح اس زمانے کے اخبارات و رسائل کی فائلیں تلاش کی جائے تو بہت سے خطوط مل سکتے ہیں راقم کا خیال ہے کہ ہمدم اور اودھ پنچ میں بھی کچھ خطوط ضرور چھپے ہونگے۔

اسکے بعد ایسے حضرات کی طرف توجہ کرنیکی ضرورت ہے جن سے اکبر کی خط و کتابت رہی ہو ایسے لوگوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے، خواجہ حسن نظامی کے پاس بھی بہت سے اور مولانا عبدالماجد صاحب کے پاس اب بھی کچھ خطوط ضرور رہ گئے ہونگے جیسا انھوں نے خود لکھا ہے۔ اکبر کے مکتوبات گرامی جو میرے نام تھے ان کا بیشتر حصہ اسوقت شائع کیا جا رہا ہے (دیباچہ) اسی طرح سرعبدالقادر کے پاس اکبر کے بہت سے خطوط تھے "لکھتے ہیں" مجھے سید اکبر مرحوم سے ہوں خط و کتابت رہی اور انکے بہت سے خطوط میرے نام ... تھے مگر اسوقت تلاش سے ان میں سے چند دستیاب ہوئے ہیں، علامہ اقبال، مہاراجہ سرکشن پرشاد، نوح ناروی، [illegible]

اسرار حسن خاں، جناب عبد الرب نشتر شاد عظیم آبادی، سید جالب، پروفیسر عبد الباری (حیدر آباد) سے ان کی خط و کتابت رہی ہے لیکن ان کے اعزا سے یہ خطوط حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اکبر کے خطوں کا ایک بڑا قیمتی مجموعہ وہ ہے جو انھوں نے اپنے بیٹے سید عشرت حسین کو لندن کے دوران قیام ولایت میں سات برس کے اندر لکھے۔ یہ خطوط نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہیں یہ مجموعہ عشرت مرحوم کی صاحبزادی سید محمد مسلم کے پاس موجود ہے اور وہ آجکل اس پر کام کر رہے ہیں۔

سنا ہے الٰہ آباد میں ایک مجموعہ شائع ہو رہا ہے جس میں اقبال اور اکبر کی آپس کے مکاتبات درج ہیں، ایسے مجموعوں کے شائع ہونے کی ضرورت ہے جس میں مختلف حضرات کے نام اکبر کے خطوط ہوں۔

پیش نظر مجموعہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اکبر کے غیر مطبوعہ خطوط کے علاوہ وہ خطوط بھی سمیٹ لئے جائیں جو ۱۹۲۱ء سے پہلے کے اخبارات و رسائل یا مختلف کتابوں میں بکھرے پڑے ہوں اور اکبر کے خطوط کے مجموعے میں اب تک شائع نہ ہوئے ہوں۔

اکبر کے جتنے خطوط ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نظر سے گذرے ان میں یہ بات دیکھنے میں آئی کہ خط نویسی کے متعلقات سے ان کی دلچسپی صفر کی حد تک ہے خطوں کے لکھنے کا کوئی مخصوص کاغذ نہیں ہے بلکہ جو کاغذ بھی ہاتھ آ گیا اسے اٹھا کر خط لکھ دیا کبھی کبھی تو ردی پر خط لکھ دیا کرتے تھے "عزیز مکرم، یہ مضمون آپ کو بھیجنا تھا ردی پر لکھ گیا (عبد الماجد: ۱۱۰) ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں، میں غلطی سے یہ خط ردی کاغذ پر لکھ گیا، معاف فرمائیے گا (سلطان ۱۴۳) بعض خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ نیزے کے قلم سے لکھے گئے ہیں تو وہ معلوم نہیں کب کے بنے ہوئے ہیں اور خط اگر لوہے کی نب سے لکھا گیا ہے تو نب کے بدلنے کے اہتمام کا فقدان ہے اور روشنائی ان سارے خطوں کی سیاہ ہے لیکن نظم و ضبط یہاں بھی مفقود ہے کوئی نہایت پھیکی ہے کوئی اسقدر گاڑھی کہ اکبر کا قلم رک رک کر چلا ہے۔

خطوں کی عبارت سادہ اور جملے نہایت مختصر ہوتے ہیں القاب و آداب کے اہتمام نہیں ہیں خط عام طور پر مختصر لکھتے ہیں پیراگراف بہت بڑے ہیں عام طور پر خط کی پیشانی پر سیدھے ہاتھ کو مقام و تاریخ لکھتے ہیں، دستخط کی جگہ کبھی اکبر حسین کبھی اکبر بعض دوسرے خطوں میں الف ح اور A. H بھی دیکھنے میں آئے ہیں پتوں کے لکھنے میں بھی وہی اختصار ہے جو خطوں میں ہے زیادہ آداب القاب کے قائل نہیں، ڈاکٹر سید محمود کے نام کے لفافہ پر جس کا عکس بھی پیش کیا جا رہا ہے صرف پٹنہ ہندوستان جناب سید محمود صاحب بیرسٹر ایٹ لاء۔ لکھا ہے۔ پتہ ہمیشہ اردو میں لکھتے ہیں لیکن شہر کا نام انگریزی رسم الخط میں لکھ دیا کرتے تھے، شاید اس لئے کہ آسانی سے مکتوب الیہ تک پہنچ جائے۔

انکے املا کے متعلق صرف اسقدر لکھنا ہے کہ وہ اکثر لفظوں کو ملا کر لکھتے ہیں، کسی کو کی جگہ "کسیکو" تیار کا املا ان کے یہاں طیار ہے اسی طرح پہنچا کو "پہونچا" اور کل کو کلہ لکھا کرتے تھے۔

یہ خطوط عام طور پر مختصر ہیں، کم خطوط ایسے ہیں جو طویل ہوں ایسے خطوط زیادہ تر علمی ادبی مضامین پر مشتمل ہیں۔ ہمارے مجموعہ میں سب سے طویل خط وہ ہے جو انھوں نے حکیم سید محمد صالح (پٹنہ) کو لکھا ہے۔ یہ خط تین صفحوں پر مشتمل ہے اور پھر بعض مطالب حاشیوں اور گوشوں پر بڑھائے گئے ہیں

امیر اللغات پر جو انھوں نے رائے لکھی ہے وہ بھی کافی طویل ہے اسکی ہیئت تو خط کی ہے لیکن در اصل وہ تقریظ و تبصرہ ہے اور اگر وہ تحریر ۱۸۹۱ء کی نہ ہوتی تو مرتب کبھی اسے اس مجموعہ میں شریک نہ کرتا۔

یہ خط اور باتوں سے قطع نظر افراط و تفریط سے خالی نہیں کتاب کی تعریف میں بہت مبالغہ سے کام لیا ہے گو انکے مبالغہ کا مقصد کسی خط میں بھی برا نہیں۔

ان خطوں میں جو اشعار درج ہیں ان میں سے کچھ غیر مطبوعہ ہو سکتے ہیں افسوس کہ راقم کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ کلیات لیکے بیٹھتا اور حصوں کو سامنے رکھ کر خطوط کے مندرج اشعار اس میں تلاش کئے جائیں کلیات کی ترتیب اسقدر ناقص ہے کہ کسی شعر کا ڈھونڈھنا آسان نہیں ہے پھر بھی اتنا کہا جا سکتا ہے کہ بہت سے اشعار مطبوعہ ہوں گے انکے احباب نے اشعار طلب کئے تھے، حصہ سوم اسوقت تک شائع نہیں ہوا تھا مسودہ کی حالت میں موجود تھا۔ اکبر جب دل چاہتا اس میں سے کچھ شعر نقل کرکے بھیج دیتے۔ اب کلیات حصہ سوم کیا کلیات حصہ چہارم بھی تیار ہو چکا ہے اسلئے غیر مطبوعہ شعروں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہوگی۔ محشر کو ایک خط میں لکھتے ہیں، کلیات حصہ سوم کے مسودہ کو اٹھا کر بلا امتیاز دو چار شعر نقل کئے دیتا ہوں۔ (محشر: ۱۳)

اکبر کے ان خطوں کے مطالعہ سے چند حقیقتیں بین طور سے آشکار ہوتی ہیں

زندگی سے بیزاری کا اظہار ہے اکبر کے خطوں میں جا بجا ملتا ہے وہ دنیا اور اسکی دلچسپیوں سے بالکل ہاتھ اٹھا چکے ہیں اور گویا ہر وقت موت کے منتظر ہیں، دلگیر کو لکھتے ہیں زندہ ہوں مگر موت سے قریب تر ہوں بس اس کا منتظر اور وہ حکم خدا کی (دلگیر ۳) محشر لکھنوی کے نام جو خطوط ہیں وہ اکبر کی زندگی کے آخری دور کے ہیں اسلئے انکے نام کے خطوں میں زندگی سے بیزاری کا مضمون بہت ملتا ہے "آپکے اظہار محبت نے دم بھر کے لئے زندگی کو لذیذ کر دیا ورنہ کچھ نہ پوچھئے کیا گذرتی ہے۔

اسقدر زیست سے بیزار کیا ہے غم نے
ملک الموت نے پایا مجھے مشتاق اپنا" (محشر: ۱)

دو چار دوستوں کی یاد آوری سے کچھ حلاوت زندگی باقی ہے ورنہ منتظر و مشتاق اجل رہتا ہوں (محشر ۲)

آپکی یاد آوری سے زندگی کا کچھ احساس ہو جاتا ہے ورنہ میں تو اسکا مصداق ہو رہا ہوں ؎

حضرت اکبر نہیں معلوم ہیں کس سوچ میں
زندگی سے ہو لئے رخصت، مگر مرتے نہیں

(محشر ۳) آپ کی یاد آوری سے تھوڑی دیر کے لئے جی اٹھتا ہوں ورنہ مدت گذری کہ مر رہا ہوں

(محشر ۴) اپنا کیا حال لکھوں

ہوتی ہے مری مزاج پرسی
شائد اب تک میں جی رہا ہوں" (محشر : ۶)

ایک دو جنٹلمین رہ گئے ہیں ورنہ دنیا میں میرے لئے مطلق دلچسپی نہیں (محشر : ۷)

اکبر کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا ہے جوں جوں موت کے دن قریب آ رہے ہیں ان کی بے چینی بڑھتی جاتی ہے اور موت کو اپنے قریب دیکھ رہے ہیں ۲۷ مارچ کو محشر ہی کو لکھتے ہیں۔ ابھی ذہن میں آیا۔

میں تو سمجھا ہوں کہ بس اب مرا — لوگ کہتے ہیں ابھی کچھ دیر ہے

(محشر : ۱۰) ان کے نام آخری خط میں وفات سے ایک ماہ پہلے لکھتے ہیں : افسردگی طبع روز افزوں ہے

پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا میں — زندگی سے تو اب گھبرانے لگا

ڈاکٹر سید محمود کو ۱۹۱۹ء میں لکھتے ہیں ، دنیائے فانی صرف تماشا اور لہو لعب ہے ، (سید محمود ۱)

اتنے اقتباسات صرف پیش نظر مجموعہ سے لئے گئے ہیں اگر انکے دوسرے مطبوعہ خطوط کو پیش نظر رکھا جائے تو ایک دفتر بن جائے۔

مرزا سلطان احمد کے نام جو خطوط اکبر نے لکھے ہیں انکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۳ء کے پہلے دنیا بیزاری کا شدید جذبہ انکے یہاں موجود نہیں ، یہ جذبہ کس طرح آہستہ آہستہ پیدا ہوا ہے یہ جاننے کے لئے ہمیں انکی کتاب زندگی کے پچھلے اوراق پلٹ کر دیکھنے پڑیں گے

فلسفیوں کا خیال ہے کہ بیوقوف بنکر جینا بہت سہل ہے لیکن عقلمند بنکر اور دنیا کے حقائق سے واقفیت پیدا کر کے اور ساری باتوں کو سمجھ کے زندگی گذارنا نہایت دشوار ہے دانا اور حکیموں کیلئے زندگی ہمیشہ المیہ رہی ہے۔ اکبر ایک درد مند دل اور سوچنے والا دماغ لیکر آئے تھے وہ دنیا کے حقائق کو سمجھنا چاہتے تھے، ابتدا میں تو انکی زندگی نسبتاً اچھی طرح گذری جوں جوں انہیں عرفان حاصل ہوتا گیا ، وہ

علائق دنیا کو سمجھنے لگے تھے، ملازمت تک تو اپنی گوناگوں مصروفیات کی بنا پر انھیں خاصی مشغولیت رہی لیکن ملازمت کی مدت ختم ہونے کے بعد جب انکی مصروفیتیں ختم ہوئیں تو انھیں ان مسائل کے سوچنے کا موقع ملا۔ اسی اثنا میں سنہ [illegible]ء میں انکی اہلیہ انھیں داغ مفارقت دے گئیں۔ اہلیہ کی وفات انکے لئے صدمۂ جانگسل سے کم نہ تھا۔ عزیز کو لکھتے ہیں "کیا کہوں کیا گذری اور کیا گزر رہی ہے اس حادثے کا وہم گمان بھی نہ تھا۔ مرحومہ کیا تھیں عشرت منزل کا خاتمہ ہوگیا۔ ہاشم گیارہ سال کا ہے اگر زندہ رہا تو اس کی شادی کے بعد شاید یہ گھر دوبارہ زندہ ہو۔ عشرت تو پردیس کے ہو رہے ہیں ؎

شاید باید زیستن ناشاد باید زیستن (عزیز ؛ ۲۲)

بیوی کی موت کے صدمے کے علاوہ دوسری مصیبت یہ ہوئی کہ اب گھر کے معاملات انتظام خانہ داری اور ہاشم کی دیکھ بھال کا بوجھ بھی بہت حد تک انھیں کو اٹھانا پڑا۔

"قطع نظر دلی صدمہ اور ابتری انتظام خانہ داری کے جس کی اصلاح کچھ نہیں ہوسکتی میرے لئے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ایک چھوٹا لڑکا ۱۱ سال کی عمر کا اب میرے ذمہ ہے، اپنی ماں سے بیحد مانوس تھا اسکے سبب سے بہت کچھ آزادی جاتی رہی (سلطان ؛ ۱۶)

انھیں کو لکھتے ہیں

"میں صدہا دقتوں میں پھنسا ہوا ہوں ازاں جملہ نادرستی وقت اور ایک چھوٹے لڑکے کی تربیت و پرورش۔ — (سلطان ؛ ۲۲)

وہ عشرت اپنے بڑے صاحبزادے سے بھی کچھ خوش نہ تھے، انھوں نے وقت اور ماحول کے مطابق کروٹ بدلی تھی اور یہ فضا اور یہ ماحول اکبر کو قطعاً پسند نہ تھا۔ عشرت کو انھوں نے انگلستان بھیجا ضرور تھا لیکن وہ جانتے تھے وہ کام ختم کرکے جلد چلے آئیں۔ وہاں انکا مزید قیام اکبر کیلئے نہایت تکلیف دہ ثابت ہوا۔

دوسری بات خطوط اکبر کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے یہاں غیر ضروری الفاظ (انگریزی) کی کثرت ہے ایسے انگریزی الفاظ ان کی نثر اور خطوط میں بہت کافی تعداد میں ملیں گے جن کے مترادف الفاظ اردو میں عام طور پر مروج ہیں یہ بات اکبر جیسے مشرق پسند سے مستبعد تھی۔

ان خطوط میں جو انگریزی لفظ اکبر نے استعمال کئے ہیں وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ڈیر فرینڈ، ٹیچر، لٹریری، ریلیجس سرکل، اپوزٹ، ٹرم، ٹیکنیکل، ڈپوٹیشن

کانجوگیٹ ، پولیٹیکل ، پرائیویٹ ، آرٹیکل ، ہسٹری ، ڈکشنری ، اسپیکری
ڈنر ، اسپیچ ، پبلک ، ہائی ٹیکس ، ون روپی نوٹ ، پوسٹ مین ، جنٹل مین ،
ریاکس ، ایڈریس ، کانفیڈنشل ،

مزاحیہ شعروں میں ضروری الفاظ کے استعمال کے لئے وجہ جواز مل بھی سکتا ہے ، لیکن سنجیدہ
نثر کی تحریروں میں تو یہ الفاظ بہت بار گزرتے ہیں اور بعض جگہ تو جملے نہایت بھونڈے معلوم ہوتے ہیں ،
خواجہ صاحب ہائی ٹیکس کو چھوڑ دیں ، ون روپی نوٹ ہاتھ میں تھا آپ ہی ایسے دو ایک جنٹل مین پرائیویٹ
اطلاع دیں لیکن پبلک وغیرہ ۔

تعریف میں وہ عموماً مشرقی روایات کا اظہار کرتے ہیں کہیں کہیں یہ لحاظ و خیال مبالغہ کی سرحد
تک جا ملتا ہے ، احسن مارہروی کو فن عروض کا ماہر بنایا ، اس حد تک مضائقہ نہیں آگے چل کر انہیں
امام فن بنا دیا (احسن : ۱) وہ محشر لکھنوی کے اخلاق و محبت سے بہت متاثر ہیں ، یہ تاثر اس وقت
اور شدید ہو جاتا ہے جب وہ ان کے شعروں کی داد دیتے ہیں آپکے اشعار پڑھے اور بیساختہ حسن بندش
اور شوکت الفاظ کی داد دی (محشر : ۱۲)

صفدر مرزا پوری کو انکے ایک معمولی سے شعر کے متعلق لکھتے ہیں
آپکا مطلع خوب ہے معنی بھی بامزہ ہیں لیکن ترکیب الفاظ بہت دلکش اور پیاری ، آپ ہی
کا حصہ ہے سبحان اللہ" (صفدر : ۸)

اس مجموعہ کے علاوہ ان کے دوسرے خطوط ہیں اسکی مثالیں بہت ملتی ہیں ، سب جانتے ہیں کہ
کشن پرشاد کا درجہ شاعری میں کیا تھا ، اکبر کی رائے سنئے ،
حضور والا نے ایسے اشعار موزوں فرمائے ہیں کہ حیرت ہوئی اور مرحبا اور تحسین کا کلمہ بے اختیار
زبان پر آیا (کشن پرشاد : ۲۰)

اس مجموعے کے آخر میں وہ تحریر بھی دیکھنے کے لائق ہے جو انھوں نے امیر اللغات کے سلسلے میں سپرد
قلم کی ہے ۔ ڈاکٹر سید محمود کو لکھتے ہیں ۔
آپ تو ارباب طریقت میں شمار کئے جا سکتے ہیں (سید محمود : ۲۱) اکبر کی یہ رائے آج سے
بیس سال پہلے کی ہے گویا یہ وقت ہے جب کہ آتش جوان تھا ، ربع صدی سے زیادہ گزرنے کے باوجود
خود ڈاکٹر صاحب قبلہ بھی اپنے کو ارباب طریقت میں شمار کرتے ہیں یا نہیں محل نظر ہے ۔

پیش نظر مجموعہ میں ۱۳۶ خطوط ہیں، سب سے قدیم خط ۱۸۹۰ء کا ہے، اور سب سے آخری ۳۱ اگست ۱۹۲۱ء کا یعنی وفات حسرت سے ۱۰ دن پہلے کا ہے۔ یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ خطوط ہمیں کہاں کہاں سے ملے۔ احسن مارہروی اور ظفر علی خاں کے نام کے خطوط نمونۂ منشورات ۵۸۲، ۵۸۱ سے ماخوذ ہیں۔ مجید علی عظیم آبادی کے نام کا خط خاندان صادق پور عظیم آباد کے ایک صاحب سے ملا ہے۔ راقم نے ۱۹۴۳ء میں پٹنہ کی اردو کانفرنس کی نمائش میں اور خطوں کے ساتھ اسے پیش کیا تھا، جہاں تک یاد آتا ہے اکبر کے دو خط شاد عظیم آبادی کے نام بھی تھے افسوس کہ ان خطوں تک رسائی کی امید نہیں، عبدالباقی خاں صاحب کے نام صرف یہی خط مل سکا ہے اور یہ مرقع ادب میں موجود ہے۔ مولوی بشیر الدین صاحب کے نام کا کارڈ ہمیں اُن کے پوتے ضیاء الدین احمد بی ایس سی کی توجہ سے ملا ہے اور پنڈت پدم سنگھ شرما کے نام کا خط "مشاہیر اردو کے خطوط" ۳۶ سے لیا گیا ہے۔ مولوی مہیش پرشاد صاحب نے کچھ غیر مطبوعہ خطوط بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے انشاءاللہ اشاعت میں پیش کئے جائیں گے۔

حسرت موہانی کے نام کا خط نمونہ منشورات: ۵۸۲ کے علاوہ "ہماری زبان" یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کے ایک مضمون "خطوط نویسی" از احسن مارہروی میں بھی شائع ہوا ہے۔ دلگیر کے پہلے دو اور محشر لکھنوی اور صفدر مرزاپوری کے نام کے خطوط "مرقع ادب" سے، اور دلگیر کے نام تیسرا خط "نقاد" جنوری ۱۹۱۴ء سے اور چوتھا خط "نقاد" جولائی ۱۹۱۸ء سے ماخوذ ہے۔ حکیم محمد صالح صاحب والا خط غیر مطبوعہ ہے اور اسے پڑھنے میں بڑی کھکھیڑ اٹھانی پڑی ہے اسے شفیع احسن عثمانی صاحب نے حکیم صاحب موصوف سے حاصل کیا ہے۔ اُن کے پاس اکبر کے اور بھی خطوط ہیں جو اسوقت نہ مل سکے۔ سر عبدالقادر والا خط "مخزن" اپریل ۱۹۱۱ء سے ماخوذ ہے۔ ڈاکٹر سید محمود وزیر ترقیات بہار کے نام کے خطوط غیر مطبوعہ ہیں اور یہ خطوط اور ان کے لفافے ہمیں جناب عبدالملک صاحب آروی سے ملے ہیں اس عنایت کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں۔

حضرت نیاز فتح پوری کے نام کے دونوں خطوط "اتالیق ہستانی" سے لئے گئے ہیں اور نور الحسن نیر کے نام کا خط رسالہ "ادیب اردو" کی جنوری ۱۹۱۱ء کی اشاعت سے۔ اور واقدی کے نام کے خطوط ہفتہ وار "خطیب" دھلی اگست ۱۹۱۵ء کی دو اشاعتوں سے ماخوذ ہیں۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے نام کا خط اور اسکے ساتھ کا دوسرا خط مرتب نے "لٹن لائبریری" کے قلمی ذخیرے سے تلاش کیا ہے یہ دونوں خطوط غیر مطبوعہ ہیں۔ آخری خط "امیر اللغات" حصہ دوم سے ماخوذ ہے۔

اس مجموعہ کی ترتیب اور تعریف حواشی لکھنے کا کام بیحد عجلت میں ہوا ہے۔ تقریب کا بیشتر حصہ ایک طویل سفر کے دوران میں ٹرین میں لکھا گیا ہے اکبر کے مزید رقعات کی تلاش جاری ہے۔ دوسری

اشاعت میں امید ہے کہ یہ مجموعہ بہت ہی مکمل حالت میں ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا سکے گا ناظرین سے التجا ہے کہ اکبر کے کمیاب اور غیر مطبوعہ رقعات کا اگر انھیں علم ہو تو اصل یا نقل بھیج کر ممنون کرم فرمائیں۔

۵۷، ایس ایس ویسٹ
مسلم یونیورسٹی۔ علیگڈھ

مختار الدین احمد آرزو
۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۹ھ
۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء

(۱)

بنام احسن مارہروی

مکرمی، ایک ہفتہ سے طبیعت نادرست ہے اور کچھ تردداتِ بھی لاحق ہیں
میں نے درباب تقطیع بے ساختہ آپ کو کچھ لکھ دیا تھا، آپ خود ماہر فن ہیں بلکہ آئمہ فن میں لکھوں
تو بجا ہے اگر میں اسقدر لکھ دیتا کہ میں نے تقطیع کے لئے نون کو ساکن سمجھا ہے تو کافی تھا، چونکہ
ہم میں اور آپ میں بے تکلفی ہے لہذا کچھ خیال نہ رہا اور بحث میں بات صاف بھی ہو جاتی ہے

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا

"ہے" کی "ی" کا اسکان اور "آفتاب" کی "ت" کی تحریک کے بغیر کام نہیں
چلتا، لیکن متدارک مقطوع میں تو بہت کثرت ہو جاتی ہے، آپ ایسے مصرع کو
پسند کرتے ہیں تاکہ "آری برکت خواری" جو کتاب میں لکھا ہے لیکن پابندی کہاں پہنچی ہے
میر کے اس مصرع کو دیکھئے

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

ہو گئیں، اصل حالت میں فاعلن ہے۔ لیکن فعلن کے وزن پر پڑھنا پڑتا ہے۔
محمد نوح صاحب غالباً شروع مارچ میں مشاعرہ کریں، نہایت خوشی ہوگی اگر آپ سے
ملنا ہو، اب تو اس دنیا سے سیر ہو گیا ہوں حالت ہی ایسی ہے، آپ ایسے جناب غنیمت ہیں
خدا تندرست رکھے

نیاز مند اکبر حسین

الہ آباد ۳۰ نومبر ۱۹۱۲ء

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں (۲)

الہ آباد ، ۹ دسمبر ۱۹۱۶ء

میرے مکرم،

یاد آوری اور عزت افزائی کا سپاس گزار ہوں ، چار پانچ سال سے میں اپنے شکایات اور عوارض میں مبتلا ہوں کہ کسی باضابطہ مجلس میں شاید دو گھنٹے تک بھی باطمینان نہیں بیٹھ سکتا ، اس موسم میں معذوریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں ، غذا میں ایسی احتیاط ملحوظ ہیں کہ سفر میں بھی کسی کا مہمان نہیں ہو سکتا

انھیں وجوہ سے مدت سے آپ کی ملازمت بھی مسرت حاصل نہ کر سکا۔ آپ ملت کے ایک بڑے باخبر اور سرگرم خیر طلب ہیں ، اللہ آپ کو کامیاب فرمائے

زندگی ہے تو شاید مارچ اپریل میں مل سکوں ، سچ تو یہ ہے کہ اب مجھ پر زندگانی بار ہے

خواجہ حسن نظامی صاحب کو کیوں نہ صدر بنایئے ، مجھ کو بالتحقیق معلوم ہوا ہے کہ چیف سکرٹیری صاحب گورنمنٹ نے اردو کانفرنس لکھنؤ میں ان کی شرکت منظور کی اور ان سے ملنے کا بھی وعدہ فرمایا یہ بات طے پائی اور بلاشبہ یہی مناسب تھا کہ خواجہ صاحب پالیٹکس کو چھوڑ دیں ، تصوف کی اشاعت کا شغل کافی ہے

اگر آپ فرمائیں تو میں ان کو لکھوں

آپ کا دعاگو اور مہمان ۔ اکبر

شمس العلماء مولانا امجد علی عظیم آبادی (۳)

میرے مکرم و معظم عنایت فرما ،

میں نہایت خوشی سے آپ کو "شمس العلماء" کا خطاب پانے کی مبارکباد دیتا ہوں اگرچہ اس دو سطری مبارکبادی سے کچھ کام نہیں چلتا ، آپ کے دوستوں کو ضرور ہے کہ عام جلسۂ خوشی کا کریں ، ڈنر ہو اسپیچیں ہوں لیکن افسوس کہ میں وہاں موجود نہیں ہوں لہذا اسی خط مبارک باد پر اکتفا کرتا ہوں ۔ بڑے دن میں برابر بیمار رہا اور سخت ، اس سبب سے نہ مل سکا۔

خادم و معتقد اکبر حسین

(۴)

عبدالباقی خاں رئیس الہ آباد

الہ آباد ۱۳ ر فروری ۱۹۱۴ء

عنایت فرمائے من بڑے بڑے اور خوشنما خربزوں کا کہاں تک شکریہ ادا کروں، اللہ تعالی آپ کے کھیت کو حکام بندوبست کی نظروں سے محفوظ رکھے، آپ اپنی نیک دلی اور فیاضی کا پھل پائیں، آپ کے دوست اور خدام شریف کلام ہیں آپ کی اسپیچ کی میں نے تعریف سنی دل بہت خوش ہوا کسی کالج میں آپ کو اسپیکری نہیں سکھائی گئی یہ خداداد نعمت ہے

دعاگو اکبر حسین

(۵)

مولوی محمد بشیرالدین صاحب اٹاوہ

عشرت منزل ... الہ آباد ۲۰ر۶ر ۱۹۰۵ء

مخدوما

تسلیم عرض ہے باوجود کچھ دنیاوی خیالات میں مخالفت ہونیکے مجھ کو آپ سے بہت محبت ہے۔ اللہ تعالی آپ کو خوش و خرم رکھے۔

طبیعت کی یہ حالت ہے کہ ہنوز طاقت گفتار نہیں، ظاہرا تپ نے تو مفارقت کرلی ہے مگر معدہ ابھی غذا کو قبول نہیں کرتا۔ دعا فرماتے رہئے کہ اللہ صحت جلد مرحمت فرمائے، ضعف شدید ہے

اکبر

(۶)

بنام پنڈت پدم سنگھ ورما

بنگلہ سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر پرتاب گڈھ

میرے پیارے پنڈت صاحب آپ کی خیریت دریافت کرنے کو میں نے بابو ۱۰م داس صاحب کو بنارس خط لکھا آج ابھی ان کا جواب آیا اور اسی کے ساتھ آپ کا خط بھی آپہونچا؛ مجھ کو بڑا تعجب ہوا سچ ہے دل کو دل سے راہ ہے، میں تنہائی اور خانہ ویرانی سے گھبرا کر عشرت میاں کے ہمراہ ۲۵ر مئی سے یہاں مقیم ہوں۔ آپ کا خط نہیں ملا۔ حصہ سوم غالبا

آخر جولائی میں شائع ہو جائے، بدایوں مطبع نقیب میں چھپ رہا ہے۔ حصہ اول کی کاپیاں باقی نہیں ہیں، فرمائشیں آ رہی ہیں انشاء اللہ جلد ان کے چھپ جانے کا انتظام ہوگا بات یہ ہے کہ میرا دل نہیں لگتا کام ہو نہیں سکتا۔ منتظر ساعت آخر بیٹھا ہوں ضعف بحد ہے۔ عشرت سلیم لوز صت ہیں۔ خیر جو کچھ ہو سکے گا کروں گا۔ آپ کی محبت کے مزے لیتا ہوں اپنی خیریت سے مہینہ میں دو ایک بار مطلع کیا کیجئے، زمانے کا عجیب حال ہو رہا ہے

بھائی صاحب تو یہاں ترک سوالات میں ہیں
شیخ صاحب کو سنا ہے کہ حوالات میں ہیں

اکبر حسین

حسرت موہانی (۷)

مکرمی

یہ خط میں ظفر علی خاں کو لکھ چلا تھا، مگر پھر رک گیا اور آپ کی ملاحظہ کو کانفیڈنشل طور پر بھیجتا ہوں۔ ظفر علیخاں صاحب نے اکثر غلطیاں تانیث و تذکیر کی کیں ہیں تالیفیں بھی ہوتی تھیں وغیرہ وغیرہ، سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مسئلہ کا کیا حشر ہونا ہے اور کس بنا پر لوگ پابند کئے جائیں، آپ ریویو کریں تو کتاب بھیجوں۔

اکبر الہ آبادی

دلگیر اکبر آبادی (۸)

الہ آباد ۷ رجون ۱۹۱۳ء

کس قلم سے لکھوں، کس زبان سے کہوں کہ میرے پیارے اور زندگی کے سہارے ہاشم جو آپ کا بھی معتقد اور نیاز مند تھا اور میری طبیعت کے سانچے میں ڈھل رہا تھا ۵ رجون ۱۹۱۳ء کو بیس دن کی علالت کے بعد اللہ اللہ کرتا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ بہ جز اسکے کہ ہوش میں ہوں اور یہ کارڈ لکھ سکا اور کوئی حالت مجھ میں نہیں ہے دعا فرمائیں کہ خدا صبر عطا فرمائے کوشش کر رہا ہوں اور مذہب اور تصوف سے مدد چاہتا ہوں۔

اکبر

الہ آباد

(۹)

۲۸ جون ۱۹۱۳ء

آج اتفاق سے "صلائے عام" جنوری ۱۹۱۰ء میرے سامنے ہے اور آپ کا مضمون "جذبات اکبر" میں نے پڑھا شائد اس سے پہلے کبھی اسکو توجہ سے نہیں پڑھا تھا اگرچہ دنیا سے بالکل برداشتہ ہوں اس تو تصنیف مطلع سے میری حالت ظاہر ہوگی ؎

جب یہ دیکھا کہ جہاں میں کوئی میرا نہ رہا
شدت یاس سے میں آپ بھی اپنا نہ رہا

اب جو آپ مجھ سے الہ آباد میں ملے تھے اس وقت بھی طبیعت کو شدید انتشار رہا ؎

وہ چمن ہی جل گیا جس میں لگائے تھے شجر — اب مجھے پا کر میں لے یاد بہاری کیا کروں
جان ہی کا جسم میں رہنا ہے مجھ کو ناگوار — دوستوں سے اوٹھائے دوستداری کیا کروں
صفحۂ ہستی سے ہو محو اپنا نقش زندگی — جب یہ مضمون ہو تو پھر مضمون نگاری کیا کروں
بزم عشرت میں بٹھاتا تھا جسے وہ اٹھ گیا — اب میں لے فرد اتری بیزاری کیا کروں

بایں ہمہ یہ ہو سکتا کہ آپ کو داد نہ دوں، میرزا محمد علی صاحب مدظلہ نے بھی آپ کو داد دی ہے میری ہی مدح ہے میں نہیں جانتا کہ داد دینا جائز بھی ہے یا نہیں؟ یہ لکھنا چاہئے کہ شکر گذار ہوں، میرے اشعار تو بے وقعت ہیں لیکن آپ کے ریمارکس سے آپ کے مذاق سخن کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۱۰) اکبر

" اگرہ، اسوقت تو ہی تحریکوں کا مرکز ہو رہا ہے، کھوٹے کھرے سب جمع ہیں، آپ کو نقادی کا خوب موقع ہے

جوں خلق ہمسر کرمس بہمہ دیار روند
بلاکشان ترقی بہ یکجہار روند

عمر انکسنم اور سردی کی شدت ایسی حالت میں میری افسردگی کا کیا پوچھنا، مدد ہم بھی اسکے مصداق ہوتے ؎

نہیں معلوم منزل ہے کدھر کس سمت جاتے ہیں
مچا ہے قافلے میں شور ہم بھی غل مچاتے ہیں

کل ایک شعر ذہن میں آیا، جیسا میں پریشان خیال ہو رہا ہوں، شعر کے معنی بھی پریشان ہونگے، مجھے کبھی حس نہیں کہ کس عنوان کے وقت میں داخل ہو بہ مجبوری مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن کو سپرد کر کے نذر نقاد کرتا ہوں، شعر یہ ہے ؎

رقیب سرٹیفکٹ دیں تو عشق ہو تسلیم
یہی ہے عشق، تو اب ترک عاشقی اُڑ لے

اور دو شعر سن لیجئے ؎

یاری کی جب تعین میں پڑا ہے اختلاف
کون ہے مجمع کو میں مجمع کہوں اغیار کا

ان کے تیور دیکھ، اپنی بے کسی پر کر نظر
وقت اب اکبر نہیں ہے شوخیٔ گفتار کا

خاکسار
اکبر

(۱۱)

ڈیر شاہ صاحب

آپ کا دل بے چین ہے یا قلم ہنرمند ہے، جو ہو، بہر حال آپ کا خط دلچسپ تھا، یہی تین شعر قائم رہے، حسب وعدہ ارسال خدمت ہیں، زندہ ہوں مگر موت سے نظر ملی ہوئی ہے، میں اسکا منتظر، وہ حکم خدا کی۔ تردوات و آلام کی خدمت میں حاضر رہتا ہوں ؎

اب تو یہ ہے سوچ کیا ہیں کیا بساط زندگی
ہو چکا وہ دن کا وہ دور نشاط زندگی

اکبر

(۱۲)

حکیم محمد صالح صاحب بانکی پور پٹنہ

الہ آباد ۱۵ دسمبر ۱۹۱۳ء

ڈیر نیشنلسٹ سلمہ اللہ

خط کا شکریہ، دس بارہ دن سے نزلہ میں مبتلا ہوں، طبیعت صحیح نہیں پھر جواب لکھوں گا، اسلام و ایمان کے باب میں جو آپ نے لکھا ہے بعض لوگوں نے نادانی سے اس کو مذہبی بحث سمجھا ہے یہ نری حماقت ہے، ایمان نہیں تو اسلام کیا؟ اسلام نہیں تو ایمان کیا؟ یہ ایک لٹریری

بحث ہے آپ میرے پاس ہوتے تو میں آپ کو سمجھا دیتا اور آپ کی تشفی ہو جاتی، اس وقت بہت نہیں لکھ سکتا اگر آپ سے ملاقات ہوئی تو خوب ہے، ورنہ فرصت میں لکھوں گا لوگ کسی ایک آیت کو دیکھ کر لے اڑتے ہیں تمام قرآن مجید پر نظر چاہیئے، ہر جگہ ریلیجس سرکل میں یہ مرض پھیلا ہے اور لاعلاج ہے اور کچھ ہرج بھی نہیں ہے کام مزے میں چل رہا ہے اور چلے گا

اسوقت میں مختصراً اور اشارتاً آپ کو لکھتا ہوں آپ کے حافظے نے خطا کی، میں نہیں کہہ سکا ہوں گا کہ اسلام کو ایمان پر تقدم ہے یعنی فضیلت ہے، اسلام کا (Opposite) کفر ہے اسی طرح مومن کا فر، اپوزٹ ٹرمس ہیں اور محض الفاظ ہیں کہ وہ ٹیکنیکل ہیں اگرچہ انکا ڈریویشن ویسا ہی ہے جیسا اس مصدر سے اور الفاظ کا۔

لفظ اسلام اصطلاح خاص ہے، آپ یہ آیت جانتے ہی ہیں " ان الدین عند اللہ الاسلام " اللہ کا دین اسلام ہی ہے، اس مقام پر لفظ ایمان کو رکھنا لٹریری خرافات ہے اسلام میں ایمان داخل ہے، آپ نے جو آیت لکھی ہے اس میں " اسلمنا " ایک ڈریویشن کانجوگیٹ کی حالت ہے۔ لفظ مسلم بھی ایک ٹیکنیکل اور خاص ٹرم ہے خدا نے کہا کہ کہو " اسلمنا " یہ نہیں فرمایا کہ کہو " انا مسلمون " اسلمنا سے مسلمون میں نہیں داخل ہو سکتے مسلم کے واسطے ایمان ضروری ہے اسی سبب سے اللہ پاک نے ملت ابراہیم کا نام اور امت محمدی کا نام "مسلمین" رکھا پارہ ۱۸، سورہ مومنون کی آخری آیتوں کو دیکھ لیجیے آپ کی بات صحیح ہو تو ہمارے پیارے بھائی مسلم گھاٹے میں رہیں۔

ہم لوگ مومنین و مسلمین ہی میں مگن ہیں لیکن اسی وزن پر ایک لفظ اور ہے جو قرآن پاک میں بہت آیا ہے " موقنین " اس کے دعویدار سب سے زبردست ہیں، اللہ ہم سب پر اپنا فضل کرے، اسید ھی سمجھ دے، نجات دے، علم دے، عفو دے، شفقت دے، حیرت دے " رب زدنی علما " محبت اور ہمدردی اخلاق و لذت نفس کے معانی روشن کرے، ہستی ایک طلسم ہے زید خالد کے سوا اور بہت پردے ہیں اللہ عاقبت بخیر کرے۔ بطریق رسول اکرم الامجاد۔

میری اس تحریر کا یہ ثابت کرنا مقصود نہیں ہے کہ شیعہ کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ اسلام میں ہیں ایسا بذار ہیں، میں نے جو لکھا ہے لٹریری بحث ہے۔ اس خط کو ضائع نہ کیجیے گا اس سلسلہ میں بشرط ضرورت و زندگی اور کچھ لکھونگا یہ مضمون ناتمام ہے۔ جواب لکھئے گا۔

اکبر

(۱۳)

صفدر مرزاپوری

الہ آباد ۶ جنوری ۱۹۱۸ء

عنایت فرمائے من، افسوس ہے کہ آپ کا کارڈ ۲۴ دسمبر کا اسوقت میں نے پڑھا، علیل تھا، انتشار طبع تھا، خطوط کاغذات میں مخلوط رہے، اردو میں "زرا" لکھنا چاہیے "ز" سے، لیکن "ذرہ" عربی میں "ذ" سے۔ مثال "زرا مجھ ذرۂ بے مقدار سے بھی ملئے"۔ اب آپ کیسے ہیں؟ اور کہاں ہیں، جواب آنے پر کوشش کروں گا کہ خط مطلوب آپکے نام لکھوں، مختصراً وہ مضامین الگ دول جو اردو زبان کے بعض الفاظ کی نسبت میں نے لکھے ہیں۔ آپ کا مطلع خوب ہے معنی بھی بامزہ ہیں لیکن ترکیب الفاظ بہت دلکش اور پیاری ہے۔ آپ کا حصہ ہے سبحان اللہ

اکبر حسین

(۱۴)

ظفر علی خاں

عنایت فرمائے من،

مدت سے آپ کی خیر و عافیت نہیں ملی، معلوم نہیں کہ یورپ کا قصد کب ہے، میری آنکھوں کا وہی حال ہے بلکہ معذوری روز افزوں ہے۔ اپریشن کا وقت ابھی نہیں معلوم ہوتا۔ ڈاکٹروں سے مشورہ کرنے کلکتہ جانے والا ہوں، میں آپکے ترجمہ حالات ایران کو دیکھ رہا تھا، بہ مشکل دو چار صفحے پڑھے آپ کی قابلیت کی داد وہ دے جو آپ سے علم و لیاقت میں زیادہ ہو لیکن میں بھی باوجود بے بضاعتی کے سبحان اللہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں، ہاں ایک امر کی طرف آپ کی توجہ رجوع کرتا ہوں مجھ کو کسی جگہ تانیث و تذکیر میں شبہہ ہوا اگر آپ اتفاق کریں تو تصحیح کا اعلان شاید مناسب ہو ممکن ہے کہ لوگ اعتراض کریں۔

قائین میری زبان اور غالباً دہلی اور لکھنؤ میں صیغہ تذکیر ہے میں کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ آیندہ لائق اردو داں کیونکر یہ علم حاصل کر سکیں گے یا ان پر اسکی پابندی فرض ہوگی، قواعد اردو سے اس بحث کو خارج ہو جانا چاہیے، ایک مقام پر میں نے لفظ عفت دیکھا، میرے علم میں عفّت صحیح ہے میں نہیں جانتا عفت (؟) جائز ہے یا نہیں، اس قسم کی چند غلطیاں نظر آئیں اسوقت یاد نہیں رہیں۔

اکبر

(۱۵)

سر عبدالقادر

مکرمی۔ شرمندہ ہوں کہ بہ تعمیل ارشاد پیش نہ کر سکا، اول تو بقدر تردد ات میں رہتا ہوں کہ جس کی کچھ حد نہیں دوسرے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا، اب یاوہ گوئی خوش نہیں آتی، میں نے اس زمانے میں کچھ نہیں کہا بجز اس مطلع کے ؎

ہر اک کو موت کا اک دن پیام آئے گا
خدا کا نام لیے جاؤ کام آئے گا

اس کے ساتھ ایک شعر اور بھی ہوا ہے ؎

اگرچہ صبح کو بیٹھے ہیں مثل مرصائم
جھک اٹھیں گے یہ جب وقت شام آئے گا

ہاں ایک مطلع اور یاد آگیا ؎

انھیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انھیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

ایک اور تازہ شعر ہے، یونیورسٹی کے متعلق مولانا شبلی کا یہ مصرع پڑھ کر ؎

کہ این سررشتۂ تعلیم ما در دست ما باشد
ولے شرط است کاں دست شما جز و شما باشد

اکبر حسین

(۱۶)

حضرت محشر لکھنوی

پرتاب گڈھ۔ بنگلہ سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

۲۵ جنوری ۱۹۱۹ء

میرے پیارے دوست، اللہ کی حفظ و امان میں رہیے، آپ کے ناسازیٔ مزاج کا افسوس ہوا الحمد للہ اب طبیعت رو بصحت ہے۔ دل نہ مانا کہ زبانی الحمد للہ پر معاملہ ختم ہو، دن روپے کا نوٹ اتفاقاً کسی ضرورت سے ہاتھ میں تھا ایک لفافہ میں رکھ کر بلا رجسٹری بھیجتا ہوں، آپ کے ہم نشینوں میں سے کوئی صاحب مجھے ممنون منت فرمائیں گے کہ شیرینی منگا کر آپ کی صحت کے شکریے میں نیاز دیدیں یا کسی مستحق کی نذر کریں آپ کی اظہار محبت نے دم بھر کے لئے زندگی کو لذیذ کر دیا ورنہ کچھ نہ پوچھئے

کیا گذرتی ہے

گو مجھ میں ہے بلاغت گو شعر با اثر ہیں
لیکن مرے مصائب مجھ سے بلیغ تر ہیں

گل سے پوچھو کس طرح انتظار میں ہے — غنچہ کو تو ابھی مسئلہ ہی کا ہے

حضرت نوح یہ شعر لکھ گئے ہیں

اس قدر زیست سے بیزار کیا ہے غم نے
ملک الموت نے پایا مجھے مشتاق اپنا

قومی شعر سننا چاہیئے تو شاید اس کو پسند کیجئے

زور بازو نہیں تو کیا ہے اپیچ — ہاتھ بھی دے خدا زبان کے ساتھ

نوٹ پہونچے تو رسید لکھئے گا، اگر کسی غریب پوسٹ مین نے اڑا لیا جب بھی صدقہ سمجھوں گا

اکبر

(۱۷)

الہ آباد

۹ر جنوری ۱۹۱۵ء

میرے پیارے عنایت فرما، آپ جیسے ایسے دوستوں کی یاد آوری سے کچھ حلاوت زندگی باقی ہیں ورنہ منتظر و مشتاق اجل رہتا ہوں

جوانی تو نے اپنے واسطے ہم کو اٹھا رکھا — بڑھاپا تو سنبھالے اب خدا کے واسطے ہم کو

زندگی باقی رہی حواس درست رہے تو انشاء اللہ فروری یا مارچ میں ملنے کی امید ہے

اللہ آپ کو خوش رکھے

اب تک ہوا نہیں حالت سابق کا تصور — یاروں نے مرا حسن نہ دیراں نہیں دیکھا
جب مادہ غائب ہو گداز آئے کہاں سے — شمع کی طرح لیپ کو گھلتا ہوا نہیں دیکھا
غفلت میں تو پیری بھی نظر آتی ہے خود میں — عبرت میں جوانی کو بھی نادان نہیں دیکھا

اکبر

(۱۸)

الہ آباد

۵ر فروری ۱۹۱۵ء

مکرمی، آپ کی یاد آوری سے زندگی کا کچھ احساس ہو جاتا ہے ورنہ میں تو اسکا

مصداق ہو رہا ہوں ؎

حضرت اکبر نہیں معلوم ہیں کس سوچ میں
زندگی سے ہو لئے رخصت مگر مرتے نہیں

ارادہ ہے کہ جلد لکھنؤ آؤں مسرت دیدار حاصل کروں لیکن افسوس ہے کہ علالت اور ناتوانی نے بہت معذور کر دیا ہے، ہر شب یا اکثر شبیں ایسی ہوتی ہیں کہ شب آخر سمجھتا ہوں۔ حال میں آپ کے چند اشعار کسی اخبار میں پڑھے اور بے اختیار حسن بندش اور شوکت الفاظ کی داد دی

اکبر حسین

الہ آباد

(۱۹)

۱۷؍ فروری ۱۹۲۰ء

میرے پیارے عنایت فرما، آپ یاد آوری ہے تھوڑی دیر کے لئے جی اٹھتا ہوں، ورنہ مدت گذری کہ مر رہا ہوں۔ غالباً اس عبرت کدہ میں آپ کا بے چین دل بھی آپ کو مضطرب کر رہا ہے اور آپ مجھ کو یاد فرمایا کرتے ہیں، کلیات حصہ سوم کے مسودے کو اٹھا کر بلا انتخاب دو چار شعر نقل کئے دیتا ہوں صرف تعمیل ارشاد کو دو میں کیا اور یہ شعر کیا۔

پوچھتے ہیں وہ مجھے دیکھ کے اچھے تو رہے
زندہ ہیں سانس لئے جاتے ہیں، اچھے کیا ہیں

خوب اکبر نے یہ اڑائی تان — دین ہے آنکھ اور مذہب کان
اپنی ہی عقل کو خدا سمجھے — بے دینی اسی کو کہتے ہیں
غم خانۂ جہاں سے آگاہ ہو چکا ہوں — دھنوں سے دل بھرا ہے کشتوں کو رو چکا ہوں
دنیوی کاموں کے گو ہیں قاعدے — قاعدوں کا قاعدہ کوئی نہیں
جو مشیت اس کی بس وہ قاعدہ — بحث کیجئے فائدہ کوئی نہیں

اب اپنے دل کو بجز غم کے کوئی راہ نہیں ہے
خدا کا شکر یہی ہے کہ غم گناہ نہیں

خاکسار
اکبر

(۲۰)

الہ آباد

۲۲ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء

میرے مکرم — یاد آوری کا شکر گذار ہوں ، ناتندرستی کی وجہ سے پرتاب گڈھ نہ آسکا کل ارادہ ہی ناممکن ہے کہ کبھی پہنچ سکوں ۔

حادثے اپنے طریقوں سے گذرتے ہی رہے — کیوں ہوا ایسا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے
صفحۂ ہستی پر اخترکش قلم کی ہے کشش — نقش مٹتے ہی رہے لیکن ابھرتے ہی رہے
انتظارِ حشر اجل سے کر گیا یاں ہمکنار — چشم بد دور آپ اپنے گھر سنورتے ہی رہے
آتشِ غم سے رہی سینہ کی منزل شعلہ بار — حضرتِ دل باوجود اسکے ٹھہرتے ہی رہے

کچھ دیکھتا نہیں میں دل زار کیلئے
جو کچھ یہ ہو رہا ہے سب اخبار کیلئے

اکبر

(۲۱)

الہ آباد ، ۲۵ جون سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی ، خدا آپ کو تندرست رکھے کہ مجھ کو اس محبت سے یاد فرماتے ہیں ، اپنا کیا حال لکھوں ۔

ہوتی ہے مری مزاج پرسی — شائد اب تک میں جی رہا ہوں
فنا پذیر کرشموں سے کیا ہو دل راضی — نگاہ پڑنے نہ پائی تھی کہ ہوگئے ماضی

انسانی زندگی

دام فنا میں پھنسنا اور عمر ختم کرنا — بے اختیار جینا ، بے اختیار مرنا
غوغائے خلق سننا اور خود بھی دخل دینا — پھر آنکھ بند کرنا اور اپنی راہ لینا
اک بزم میں بیانِ غمِ روزگار تھا — سب نے کہا کہ آپ بھی للہ بولئے
مجبور ہو کے میں نے بھی یہ عرض کر دیا — منظر اگر برا ہو تو آنکھیں نہ کھولئے

خاکسار
اکبر

الہ آباد (۲۲)

۱۳؍جون سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی، سلمہ اللہ تعالیٰ، زندہ رہا تو آخر جولائی میں لکھنو آنے کی کوشش کروں گا آپ ہی ایسے دو ایک جنٹلمین رہ گئے ہیں ورنہ دنیا میں میرے لئے مطلق دلچسپی نہیں۔

عمر کم رہ گئی دلکش کوئی تمہید نہیں — اب بظاہر مجھے دنیا میں کچھ امید نہیں
رمضاں میں جو رہے صوم سے محروم اکبر — سامنے ان کے جلوہ ہے مگر عید نہیں

الٰہی یہ چمن دہر مجھ پہ بار نہو — دکھائے دور سے رنگت گلے کا ہار نہ ہو
بدل گئی ہوں ہوائیں تو روک دل کی ترنگ — نہ پی شراب اگر موسم بہار نہ ہو
گلہ یہ جبر کا کیوں کر رہے ہو اے اکبر — سکوت ہی ہے مناسب جب اختیار نہ ہو

مدام صاحب کو مدت سے کچھ نہیں بھیج سکا۔

کیا بتاؤں سخن ہوش ربا کے معنی — خود بہ خود کے وہی معنی جو خدا کے معنی

نیازمند اکبر

الہ آباد ۲۰؍جولائی سنہ ۱۹۲۰ء (۲۳)

مکرمی، سلام علیکم، میں خیال کرتا ہوں کہ یہ شعر آپ کا حصہ ہے غفلت کی بات اندھیری رات جوانی اور غفلت شب گیسو اور ظلمت غفلت۔ غرض یہ ہے کہ آپ نے شاعری کی داد دی ہے۔ آپ نے شعر کی فرمائش کی ہے، ابھی اپنے ہی شعر کے مزے لیجئے اور لینے دیجئے پھر عرض کروں گا

آپ کی محبتوں کا ممنون اکبر حسین

الہ آباد۔ ۱۱؍مارچ سنہ ۱۹۲۰ء (۲۴)

پیارے محشر صاحب، پچھلے مطبوعات میں آپ کی نظمیں بہت دلکش اور بامعنی نظر آتی ہیں، اللہ یہ بلند خیالیاں مبارک کرے، یادآوری کا شکرگذار ہوں، اس سے لذت یاب ہوتا ہوں کہ آپ کے دل میں میری جگہ ہے ضعف اور ناتندرستی کی وجہ سے قابل سفر نہیں ہوں بہت کہہ چکا اب کیا کہوں۔

ارمال بقدر طاقت ہر سو نکل رہا ہے تو ہیں بھی چل رہی ہیں جو تا بھی چل رہا ہے
لیکن رہا میں ساکت دل میں یہ بات سوچی کس تقویت پر اٹھوں انجینیر نہ موچی

اکبر

(۲۵)

الہ آباد ، ۱۷ مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے عنایت مرزا ، الطاف نامہ کا شکر گذار ہوں علالت کی سختیوں نے نشاط خاطر سے محروم کر دیا ہے ، دعائے خیر سے یاد فرماتے رہئے دل تو یہی چاہتا ہے کہ آؤں ، اٹھ بھی تو سکوں ، بہت محتاج خدمت ہو گیا ہوں ، غذا کے موافق کا انتظام مشکل ہو گیا ہے ، ابھی ذہن میں آیا ہے

میں تو سمجھا ہوں کہ بس اب مرا لوگ کہتے ہیں ابھی دیر ہے

اکبر

(۲۶)

الہ آباد ، ۱۳ اگست ۱۹۲۱ء

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ ، افسردگیٔ طبع روز افزوں ہے ، شاید کچھ کہا بھی ہو تو یاد نہیں

پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا میں زندگی سے اب تو گھبرانے لگا

ارادہ ہے کہ آخر اگست میں لکھنؤ میں حاضر ہو جاؤں

آپ کی محبت و یاد آوری کا ممنون

اکبر

(۲۷)

الہ آباد ۲ جون ۱۹۲۰ء

ڈاکٹر سید محمود بیرسٹر ایٹ لا ، پٹنہ

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کے خط سے روحانی مسرت ہوئی ۔ اگرچہ میں اب دنیا سے قریباً بے تعلق ہو گیا ہوں لیکن آپ کی محبت اور قابلیت کی یاد دل سے نہیں گئی ۔ آپ تو ارباب طریقت میں شمار کئے جا سکتے ہیں ۔

افسوس ہے کہ اب کوئی کلیات کی جلد باقی نہیں ہے ، پرسوں اخیر کاپی حصہ اول کی کسی کو روانہ کر دی گئی ، حصہ دوم پریس میں ہے امید ہے کہ اگست میں اشاعت پا جائے حصہ دوم ابھی زیر ترتیب ہے ، گردش لیل و نہار کو دیکھئے ، خوب تماشے ملا کرتے ہیں ، خدا آپ کو

ترقیات باطنی نصیب کرے ، دنیائے فانی صرف تماشا اور لہو و لعب ہے

نیازمند ، دعاگو

اکبر

(۲۸)

الہ آباد - ۲۹ اگست ۱۲ء

برادرم عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کے خط سے مجھے بڑی تسکین ہوئی ، بڑی مدد ملی گویا میرا دل آپ کے سینے میں ہے
میں نے آپکا خط عشرت سلمہ کے دیکھنے کو بھیجدیا ہے ، افسوس ہے کہ میں بہت معذور ہو گیا ہوں آپ نے
دہلی درگاہ شریف پر حمل کر پڑے رہیں میرا دل بھی بہت ہی اٹکا گیا ہے ، خط میں کیا لکھ سکتا ہوں
آپ ملتے تو بہت باتیں ہوتیں ، انشاءاللہ پھر خط لکھوں گا ، حالات بہت ہی پیچیدہ ہیں
اور میں شدید خفقان میں ہوں کیا آپ سے محمد علی صاحب سے خط کتابت ہے ان کا ایڈریس کیا ہے

اکبر حسین

(۲۹)

برادر عزیز   اللہ اپنی خیریت نصیب کرے

عشرت کا خط ملاحظہ کو بھیجتا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اہل یورپ سے داد نہیں چاہتا
میرا یہ شعر سن لیجئے ؎

رقیب سرٹیفکٹ دیں تو عشق ہو تسلیم   یہی ہے عشق تو اب ترک عاشقی اولیٰ

بنگوری صاحب کو دیار یورپ مبارک رہے ؎

ہیں بتوں کی خود نمائی مری غفلتوں سے پیدا   میں اگر نظر نہ کرتا تو وہ کیوں سنگار کرتے

آپ کی داد کافی ہے ، تین دن سے بہت بیمار ہو گیا ہوں ، زندہ رہا تو پھر مراسلت ہوگی ۔

اکبر   الہ آباد ۸/۱۲

(۳۰)   الہ آباد ، ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء

حضرت نیاز فتح پوری

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ ، اکثر صاحبوں نے ارادے ظاہر کئے شاید اللہ تعالیٰ نے
آپ ہی کے لئے یہ خدمت تجویز فرمائی ہے ، زمانہ اور مخزن نے ریویو لکھے مگر پولیٹکل خیال سے
اگرچہ میں کیا اور میرے شعر کیا لیکن آپ کو مجھ سے محبت ہے اور آپ خود قابلیت اور سخن گوئی کا [illegible]

سخن فہمی میں ممتاز ہیں لہذا کچھ تعجب نہیں کہ آپ میرے اشعار کی قدر افزائی فرمائیں۔

ان روزوں میں سخت پریشان رہتا ہوں دنیا سے بالکل دل برداشتہ ہو گیا ہوں آپ نے لکھا ہے کہ "جواب آئے تو شاید سکون ہو" جواب تو حاضر ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ کے دل کو سکون ہو، دل مضطرب ہی اچھا، آپ میرے ساتھ اس حالت میں ہمدردی کر سکیں گے، خیر یہ تو لطیفہ تھا۔

دعا ہے کہ آپ کو اللہ اطمینان نصیب کرے اور آپ خوش رہیں۔ بیشک اسوقت حالت بہت نازک ہو رہی ہے، اپنا حال لکھنے دیجئے، میرا حال اس مطلع سے ظاہر ہے، شائد آپ سن چکے ہیں از تصنیف ہے ؎

جب یہ دیکھا کہ جہاں میں کوئی میرا نہ رہا شدت یاس سے میں آپ بھی اپنا نہ رہا

پرسوں شب کو چند اشعار ذہن میں آئے لکھ تو لئے لیکن ہنوز نہ کہیں بھیجے نہ بھیجنے کا فیصلہ کیا، خیال کیا کہ آپ کو لکھ بھیجوں، پرائیوٹ اطلاع کے لئے یہ بھی نہیں جانتا کیسے شعر ہیں کیونکہ میں منتشر الحواس ہوں ؎

یا دن تو ہے یادوں کا دستہ ہے یا ل کا	لیکن ادھر تصور جاتا نہیں کسی کا
ہر کو فت لیکن اس پر مسرور ہو رہے ہیں	ہر سو اچھل رہے ہیں اور جوز ہو رہے ہیں
اس قبلہ رو جماعت کا انتشار دیکھو	اس باغ میں خزاں کی اکبر بہار دیکھو
لکھا ہے کلک حسرت مسلم کی ہسٹری میں	اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں

اکبر

(۳۱)

الہ آباد، ۵ مئی ۱۹۱۴ء

عزیزی و محبی، سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کہاں ہیں؟ کیسے ہیں؟ کیا شغل ہے، آپ کی خیریت ایڈیٹر مساوات سے میں نے دریافت کی تھی، انھوں نے پتہ بتایا، میں اپنا حال کیا لکھوں ؎

ان مصائب میں بھی مایوس نہیں ہوں اکبر
قید ہستی سے رہائی کی خوشی باقی ہے

خاکسار اکبر

نورالحسن صاحب نیرؔ

(۳۲)

الہ آباد

جناب عالی یاد آوری کا شکر گذار ہوں، آپ نے مجھ کو قابل خدمت فرض کر لیا، کاش ایسا ہی ہوتا، میرا حال ان اشعار سے ظاہر ہو۔

امید کا گھر ہے یاد مجھ کو — ایسے میں بھی کبھی رہا ہوں
ہوتی ہے مری مزاج پرسی — شاید ابتک میں جی رہا ہوں

غم و آلام نے کیا پامال — دل میں باقی رگ جہندہ نہیں
سانس لینا ہی زندگی ہے اگر — تو میں زندہ ہوں ورنہ زندہ نہیں

بیمار ہوں بلکہ افسردہ ہوں، مہینوں سے ارادہ ہے مگر ہنوز لکھنؤ نہیں آسکا، زندگی ہے تو شاید ملنا ہو، لغت کے کام سے پوری ہمدردی ہے، خدا راست لائے

اکبر

(۳۳)

لا دا حدی

جناب من، ایسی ظرافت جو نری ظرافت ہو اور اس کے اندر کوئی اخلاقی نصیحت نہ ہو، یا کوئی نکتہ مذہبی سوشل یا فلسفیانہ نہ پیدا ہو کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی آپ کی فرمائش تھی کہ سوئیوں اور کیک کا ذکر ہو تاکہ عید میں روبرو پبلک پیش ہو میں خیال کرتا تھا کہ اس ذکر میں کیا عمدہ بات پیدا ہو سکتی ہے؟ لیکن آپ کے اقبال سے رات چار مصرعے ذہن میں آگئے اور وہ خالی از معنی نہیں ہیں۔ عرض کرتا ہوں۔

کیونکر کہوں طریق عمل انکا نیک ہے — جب عید میں بجائے سوئیوں کے کیک ہے
جو یہ ہوں مگر نہ ملوں ان سے کس طرح — اتنا تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے

آپکا نیاز مند اکبر

(۳۴)

الہ آباد

برادر عزیز، میں سخت علیل رہا، اور ابتک اچھا نہیں ہوں یہ شعر ایک غزل کا لکھا تھا

اب ہے بیماری ہی اکبر میسر شوق زندگی
جب فقط مرنا ہی باقی ہے تو اچھا کیوں رہوں

کلیات حصۂ دوم کی جلدیں اب باقی نہیں رہیں، حصۂ سوم قریباً مرتب ہو گیا ہے لیکن ہنوز خدا جانے کس انتظار میں مطبع کی صورت نہیں دیکھ سکا، شعر بہت ہیں انشاء اللہ اطمینان ہو تو بھیجوں

(۳۵) اکبر حسین

الہ آباد

مکرمی، افسوس ہے کہ آج آپ کی مکالمت و مجالست کے لطف سے محروم رہا، حالت یہ پیش آئی کہ دوسرے مہمان صاحب بسبب ضعف کے نہ آسکے اور لکھ بھیجا کہ میرا کھانا وہیں بھیجدیجئے، ادھر ہاشم سلمہ بے چین ہوا، میں اس میں مشغول ہوا، خود بھی کھانے کے لئے تیار نہ تھا پھر بھی کا وقت آن پہونچا میں سمجھا کہ نہایت بے لطفی ہوگی کہ آپ تنہا طعام نوش کریں بمجبوری وہیں بھیجدیا اسوقت آپ کا منتظر تھا سنا کہ آپ باہر گئے ہیں، کیا کل شب کو آپ کا قیام نہ ہوگا تاکہ آپ سے بہ اطمینان ملنے کا موقع ہو۔

(۳۶) اکبر حسین

ایڈیٹر صاحب"

منشی امیر احمد صاحب نے ملک اردو قوم پر بڑا احسان کیا ہے کہ ایک جامع لغت اردو کی تالیف کی محنت گوارا کی ہے، اسکے جو کچھ وجوہ ہوں لیکن اس میں شبہ نہیں ہے کہ قوم میں اہل کمال کی قدر کرنے اور اہل علم و فضل کا حوصلہ بڑھانے کی قابلیت کم ہو گئی ہے منشی صاحب اس بات سے بے خبر نہ ہونگے تاہم انھوں نے عظیم الشان خدمت اپنے ذمہ لی ہے اس لغت کی پہلی جلد جو صرف الف ممدودہ پر حاوی ہے میری نظر سے گذری، موزوں تقطیع، شفاف کاغذ نہایت پاکیزہ اور صاف چھاپا، خوشنما حروف نے دامن نظر کو ایسا کھینچا کہ مشکل صورت سے معنی کی طرف توجہ مبذول ہوئی، یہ تالیف جس پائے کی ہے اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ قومی آسمان کے آفتاب جن سے زیادہ جوہر شناس اور علم دوست اس ملک میں کوئی نہیں ہے، یعنی آنریبل سرسید احمد خاں صاحب بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی نے اس کتاب کی شنا و صفت میں اپنی پوری بلاغت صرف فرمائی ہے، بڑے بڑے لائق

ایڈیٹروں اور منشیوں نے رائے ظاہر کی ہے کہ اب تک ایسی جامع کتاب لغت عالم وجود میں نہیں آئی تھی، میں نے بہت کوشش کی کہ اس کتاب میں کوئی نقص نکالوں اور نکتہ چینی کے فرض کو پورے سلیقہ کے ساتھ ادا کروں، میں نے اگر کچھ نقص پایا تو وہ صرف یہ ہے کہ اس کتاب میں اسقدر خوبیاں ہیں اور وہ اسقدر فوائد سے مالامال ہے کہ ایک عام نگاہ میں ذہن کو ان پر عبور نہیں ہو سکتا، اس کی ترتیب و تالیف میں اسقدر ع‍اشیں ملحوظ ہوئی ہیں ایسی محنتیں گوارا کی گئیں ہیں جن سے فائدہ اٹھانے کو اور جن کی قدردانی کے شائد ملک تیار نہیں ہو، جس شخص نے انگریزی ڈکشنریاں، جانسن دواکر، ووبسٹر کی دیکھی ہیں وہ بے ساختہ بول اٹھے گا کہ اردو زبان کا مصنف محققانہ تلاش، عالمانہ ترتیب، حکیمانہ اظہار مطلب میں کسی طرح یورپین مصنفوں سے کم نہیں ہو شائد بڑھا ہوا ہے اس کتاب کے ورق الٹئے تو اردو زبان کی وسعت پر ایک نہایت مسرت خیز حیرت ہوتی ہے، محسوسات مفردہ، خیالات مرکبہ، محاورات، مقولات، مثلیں، اصطلاحیں ہر ایک کا ایک دریائے ذخار بہ رہا ہے، ہر دربار نگارنگ کی لہریں لے رہا ہو جو ایک دوسرے سے بالکل ممیز و نمایاں ہیں، طبیعت انسانی کے بیشمار پہلو نظر آتے ہیں اور خدائے تعالی کی قدرت کاملہ کا عجب دلآویز تصور بندھتا ہے، بلاغت و فصاحت میں کمال چاہنے والا اس کتاب پر حاوی ہونے کی کوشش کرے، اردو منہ الکبری میں سسرو اور جل کھڑے ہوں انگلستان میں برک و مکالے اٹھیں، ہمارے مولف کی کتاب پر جو حاوی ہو وہ ہندوستان میں سنبھل بیٹھے اور بازی جیت لے، عربی، فارسی، ترکی، انگریزی، ہندی، سنسکرت تمام زبانوں کے الفاظ مانوس ہمارے مصنف کے اردوئے معلی میں حاضر ہیں اور پوری وردی پہنے ہوئے، انکا ماخذ، ان کی تحقیق، ان کے معانی، لغوی اور اصطلاحی سب موجود ہیں، ہم نے تو ایک سرسری نگاہ کی چار صفحے ختم کر دیے، مصنف نے ایک ایک لفظ کی داد تحقیق دینے میں کیا کیا خون جگر کھایا ہو گا کیا دقتیں اور کاوشیں اٹھائی ہوں گی اس کا اندازہ آسان نہیں ہو، اندازہ کرنے کی فرصت کہاں، تصویر کی خوبی محو کر لیتی ہے، مصوّر کا خیال کب آنے دیتی ہے، ہمارے مؤلف نے سند اور مثال کے اشعار سے قریب ہر آرٹیکل اور ہر لفظ کو ایسی زینت دی ہو کہ ذوق سخن رکھنے والے ان اشعار ہی کو دیکھتے رہ جاتے ہیں

آپ اسکو لغت کہئے ، آپ اس کو بہارستان سخن کہئے آپ اس کو تذکرہ شعرا کہئے ، اس کو صرف نحو کی کتاب کہئے ، تاریخ عالم کہئے ، مثلوں اور محاوروں کا ذخیرہ کہئے ، لفظوں کی سیڑھی کہئے ، غیر زبانوں کے الفاظ کا مجموعہ کہئے ، ہدایت الشعراء کہئے معین الطلباء کہئے ، عدالت کے لئے زبان اردو کی مستند ڈکشنری کہئے غرض جو کچھ کہئے موزوں ہے ، جیسا آپ کا مذاق ہو اسی رنگ میں یہ بے نظیر تالیف آپ کی خدمت میں حاضر ہے ، خدا ہمارے مصنف کو زندہ و سلامت رکھے جس نے ہماری پریشان حال زبان پر توجہ کی اور کیسی توجہ مسیحائی کی ، اردو لٹریچر میں ایک ایسا اضافہ کیا کہ جس کو لاجواب کہنا ایک امر واقعی ہے ، خدا کرے یہ سلسلہ تمام ہو جائے آمد آمد (یعنی الف ممدودہ) ہوئی ہے تو یار (یعنی یائے تحتانی) کا جلوہ بھی نظر آئے ، شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کا ہماری زبان کا ایک عالم ہم کو فائدہ پہونچانے کی بقدر کوشش کرے اتنا صرف گوارا کرے آیندہ مصارف کے لئے فکر و تردد میں ہو قوم اور ملک کی طرف دیکھ رہا ہو اور ہم صرف یہ کہہ کر کتاب ختم ہو جائے بیٹھ رہیں ۔ ہر والی ملک ہر رئیس قوم پر فرض ہے کہ مولف کے کمال کی داد اور اس کام میں اس کو فیاضانہ امداد دے زبان اردو بھی تو سمجھے کہ ابھی اسکے والی وارث موجود ہیں ، مولف کو بھی تو معلوم ہو کہ اگر انگریزی مصنفوں کو ابھارنے والے ان کو مالا مال کر دینے والے انگلستان میں موجود ہیں تو ہندوستان میں بھی حیدرآباد ، ٹونک ، رام پور ، بھاول پور ، بھوپال وغیرہ میں خدا کے فضل سے ایسا مادہ موجود ہے کہ ایک ہندوستانی مصنف کو اس کی عفت و کمال کا صلہ مرحمت ہو اس کا حوصلہ بڑھے ،

یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا مؤلف کسی فرضی قصے کی داد نہیں چاہتا اس نے ناول نہیں لکھا وہ حکایت زلف و کمر پر طالب آفریں نہیں ہے ۔ اس کی بلند اور عالمانہ طبیعت نے ۲۴ کروڑ اہل ملک کی زبان پر احاطہ کیا ہے ایک مفید و کارآمد مبسوط اور مستند کتاب لغت تالیف کی ہے جس کو انگلستان اور جرمن مطلا جلدوں میں اپنے کتب خانہ میں رکھیں گے درحقیقت یہ ایک قومی اور ملکی تاریخ ہے

ہمارے مصنف کو شہنشاہ اکبر اور ملکہ الیزبتھ کا دربار نہیں ملا ۔ خدا ہمارے والیان ملک کو سلامت رکھے اب بھی ایسے دربار موجود ہیں ۔ طالب علم ، ہر صاحب سخن

ہر علم دوست، ہر جج و مجسٹریٹ عدالت، ہر تاجر، ہر ہیڈ ماسٹر، ہر مترجم کو اس کتاب کی ایک ایک جلد اپنے پاس رکھنی ضرور ہے، کتاب کی خوبیوں اور اس کے فائدوں کے مقابلہ میں قیمت کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں، اور معنی شناس تو یہ کہتے ہیں ؎

وصال اس کا عوض مرنے کے گر ٹھہرے
متاع وصل جاناں جان دینے پر سستی ہے

(تنبیہہ) مجھ سے بہت زیادہ لائق لوگ اس کتاب کی خوبیوں اور اسکی جامعیت کا مفصل ریویو تحریر فرما چکے ہیں لہذا میں نے ایک عام بیان پر اکتفا کی اور بعض وقت مفصل بیان مکتب کا سبق دوہرانا معلوم ہوتا ہے

(راقم) سید اکبر حسین از کانپور

حواشی

خط (۱) "بے ساختہ" کا لفظ کچھ موزوں نہیں، اکبر کی مراد یہ ہے کہ بغیر غور و فکر کے برجستہ لکھ دیا تھا ع "مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا"، یہ مصرع ناسخ کا ہے اور ان کے کلیات مطبوعہ میں موجود ہے

خط (۲) اس خط میں جن شکایات و عوارض کا ذکر ہے ان سے مراد ضعف مثانہ ہے مرحوم ۱۹۱۰ء کے لگ بھگ سے اس مرض میں مبتلا تھے ۱۹۱۵ء میں سلطان احمد صاحب کو لکھتے ہیں۔

عرصہ سے شکایت مثانہ میں مبتلا ہوں (سلطان احمد: ۴۱) ۱۹۱۹ء میں عبدالماجد صاحب کو لکھتے ہیں، ضعف مثانہ سے بہت تکلیف اٹھا رہا ہوں (عبدالماجد ۱۲۸) آخر عمر تک اس مرض سے نجات نہ مل سکی، ۱۹۲۰ء میں عزیز لکھنوی کو لکھتے ہیں شکایت مثانہ کے سبب میری معذوری زیادہ ہوتی جاتی ہے، مثانہ کی قوت ماسکہ اسقدر کم ہو گئی ہے کہ زندگی دشوار ہے (: ۲۴۰) اسی سال عبدالماجد صاحب کو لکھتے ہیں، لکھنؤ آنا چاہتا ہوں لیکن ان روزوں ضعف مثانہ کی یہ شدت ہے کہ شب روز میں ۲۰ یا ۲۵ مرتبہ چوکی پر جانا پڑتا ہے (۱۶۴) انہیں کو لکھتے ہیں اس سال ضعف مثانہ کی شکایت اسقدر زیادہ ہے کہ بے چین اور مغموم رہتا ہوں (: ۱۶۵)

خط پر مکتوب الیہ کا نام نہیں ہے، لیکن چونکہ یہ خط لٹن لائبریری علی گڑھ کے ایک قلمی ذخیرے میں ملا ہے اس لئے خیال ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ کا تعلق علیگڈھ سے ہوگا۔

مرتب کا خیال ہے کہ یہ خط صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے نام ہے جو اس وقت

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ کے سکریٹری تھے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دسمبر ۱۹۱۶ء کے آخری ہفتہ میں مسلم تعلیمی کانفرنس کا تیسواں سالانہ جلسہ میاں محمد شفیع کی صدارت میں علیگڈھ میں ہوا تھا اکبر اس جلسہ میں مدعو ہیں اور وہ صاحبزادہ کو معذرت کا خط لکھ رہے ہیں۔

اکبر کا جلسے کی صدارت کے لئے خواجہ حسن نظامی کا نام پیش کرنا حیرتناک ہے ۱۹۱۶ء کے اخبارات اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود سر شفیع کا نام جن کی قابلیت وصلاحیت مسلم تھی صدارت کے لئے پیش کرنے پر صاحبزادہ پر سخت اعتراضات ہو رہے تھے اور بہت سے لوگ آخر وقت تک ان سے ناراض رہے کہ انھوں نے سر شفیع کا انتخاب کیوں کیا۔ خواجہ صاحب اس زمانے میں حکومت کی نظر میں تھے اور ان پر خود دہلی میں سخت پابندیاں تھیں وہ اجازت کے بغیر نقل مکان تک نہیں کر سکتے تھے وہ سرکار انگریزی کے معتوب تھے اس لئے چیف سکریٹری کی خوشنودی کا پروانہ اکبر پیش کر رہے ہیں، اسوقت صوبجات متحدہ کے چیف سکریٹری مسٹر اد برن سی ایس۔ آئی تھے۔ خواجہ صاحب پر پابندی کا یہ حال تھا کہ لکھنؤ اردو کانفرنس کی شرکت کے لئے انھیں حکومت سے اجازت لینی پڑی اکبر عبدالماجد صاحب کو لکھتے ہیں:۔

"کاش حسن نظامی صاحب اردو کانفرنس لکھنؤ میں شریک ہو سکیں کیوں نہ اپنی فکر کیجئے غالباً اجازت کی ضرورت ہے (ا ۵۵)

انھیں کو لکھتے ہیں ہ

خواجہ صاحب کو جواب ملا ہے کہ آپ کی درخواست اجازت شرکت اردو کانفرنس غور و تجویز کے لئے پولیٹیکل صیغہ میں منتقل کر دی گئی ہے "(ا ۵۸)

اکبر عبدالماجد صاحب کو اس معاملے کی طرف متوجہ کرتے ہیں، وہ کوشش کرتے ہیں اجازت مل جاتی ہے انھیں لکھتے ہیں

"آپ نے بڑا کام کیا کہ حسن نظامی صاحب کے لکھنؤ آنے کی اجازت برن صاحب سے حاصل کی (ا: ۶۱)

خواجہ صاحب سیاست سے کنارہ کش ہو کر تصوف کی اشاعت کریں، یہ بات انھوں نے عبدالماجد صاحب کو بھی لکھی ہے

"میں اس بات سے بہت خوش ہوا کہ برن صاحب نے فرمایا کہ وہ تصوف کو

پسند کرتے ہیں، خواجہ صاحب کو بہت مدد ملیگی (۶۱ :)

اکبر کا خیال کہ شاید برن صاحب خواجہ صاحب سے مل سکیں، صحیح ثابت نہ ہو سکا، وہ عبدالماجد صاحب کو لکھتے ہیں۔

"آپ کو سنکر افسوس ہوگا کہ برن صاحب نے خواجہ صاحب کی درخواست پر عذر عدیم الفرصتی کر دیا، اگرچہ یہ بھی غنیمت ہے کہ اردو کانفرنس میں شرکت کی اجازت دی (۶۳ :)

اکبر چاہتے تھے کہ خواجہ صاحب سیاست سے کنارہ کش ہو کر تصوف کی اشاعت میں لگ جائیں، خواجہ صاحب کے ساتھ ہمدردی ہے، اس روک ٹوک نے ان کو بہت نقصان پہنچایا، اور پبلک بھی فائدے سے محروم رہی، بہ مجبوری انھوں نے اس طرف توجہ کی ورنہ ان کا تصوف کا فی سے زیادہ تھا اور ہونا چاہیئے (عبدالماجد ۶۹)

خواجہ صاحب اس وقت اسقدر معتوب ہو رہے تھے کہ کہیں باہر جانے کے لئے حکومت سے اجازت کی ضرورت ہوتی تھی۔ غالباً اگست میں انھیں آزادی ملی، لیکن آزادی صرف صوبۂ دہلی کے لئے تھی، صوبہ متحدہ میں داخلہ اب بھی ممنوع تھا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"خواجہ صاحب کو چیف کمشنر نے اپنے صوبہ میں قید نگرانی سے بری کر دیا، کاش یہاں بھی ایسا ہو (عبدالماجد: ۸۰)

سفر میں بھی کسی کا مہمان نہیں ہو سکتا" ظاہر ہے کہ یہاں "بھی" کا استعمال بے محل ہے، تعجب نہیں یہ لفظ "یہی" ہو

خط (۳) مکتوب الیہ خاندان صادق پور (پٹنہ) کے ایک مشہور فرد ہیں جو اپنے فضل و کمال اور علمی منزلت کی وجہ سے دوسرے صوبوں میں بھی مشہور تھے یہ خاندان انگریز دشمنی کے لئے مشہور تھا اور اس کے بہت سے افراد کو انگریزوں نے سعی انقلاب سن ستاون کے بعد عبور دریائے شور کی سزا دی تھی، بعد کو متاخر انگریزوں نے اس خاندان کے افراد کو اپنی طرف مائل کرنیکی کوشش کی اور اخلاف میں وہ زور و شور بھی نہ رہا ورنہ ظاہر ہے کہ مکتوب الیہ انگریزوں سے دربارے شمس العلماء کا خطاب کبھی قبول نہ کرتے۔

مخدوم گرامی جناب عبدالماجد صاحب دریابادی ان کے متعلق ایک کرم نامہ میں ارشاد

فرماتے ہیں:

"مولوی امجد علی صاحب ایم اے الہ آباد یونیورسٹی میں اس صدی کے اوائل
میں عربی کے پروفیسر تھے (کالج کا ہر استاد اسوقت "پروفیسر" ہی کہلاتا تھا
وہ یونیورسٹی سنڈیکیٹ کے ممبر (اسوقت کی اصطلاح میں فیلو) بھی تھے (الانتخاب الجدید)
کے نام سے ان کا عربی کورس مدتوں اسکولوں میں رائج رہا، میں نے عربی کی
ابتدا گویا انھیں سے کی تھی یہ شمس العلماء بھی تھے اس زمانے کے مسلمانوں میں
ان کی شخصیت بڑی اہم اور باوقعت تھی۔ ان کے ایک بھائی مولوی اشرف علی
ایم اے یو پی میں ہائی اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر رہے تھے۔ مسلمان کے لئے ہیڈ ماسٹری
اسوقت عنقا تھی (مکتوب مورخہ ۲۲/۹/۵۰ بنام راقم)

اپنے شفیق استاد علامہ عبدالعزیز المیمنی سے مولانا امجد علی کا ذکر آیا تو فرمایا کہ میری
طالب علمی کے زمانے میں یہ بڑی شہرت رکھتے تھے اور طلبا میں بڑے سخت گیر مشہور تھے
سوالات بھی بڑے سخت دیا کرتے تھے۔ میں جب ۱۹۱۱ء میں "منشی فاضل" کے امتحان میں
لاہور میں شریک ہوا تو میرے ایک ممتحن یہ بھی تھے، ایک سوال بڑا دلچسپ کیا تھا "موازنہ
درمیان طرز جنگ قدیم و جدید اہل فارس"۔

ان کے نام اور بھی اکبر کے خطوط تھے لیکن جن کے پاس یہ خطوط ہیں وہ اسوقت قریب کی ایک
مملکت میں تشریف رکھتے ہیں اور معلوم نہیں خطوط ان کے پاس ہیں یا فسادات وغیرہ میں ضائع ہو گئے

خط (۴) اکبر کے خطوں میں ظرافت شاذ و نادر ہوتی ہے لیکن اس خط میں بڑی بھرپور ظرافت ملتی ہے
خربزوں کی رسید نہایت دلچسپ بھیجی ہے۔ اکبر اسپیچ اور اسپیکر تو استعمال کرتے ہی تھے یہاں
غضب کیا ہے کہ اسپیکری بھی استعمال کر ہی کے چھوڑا۔

خط (۵) یہ خط مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر "البشیر" اٹاوہ کے نام ہے۔ موصوف کسی
تعارف کے محتاج نہیں، کچھ دن ہوئے آپ کو "مسلم یونیورسٹی" علیگڈھ کی طرف سے
ڈاکٹریت کی اعزازی ڈگری دی گئی ہے، اکبر علالت کیوجہ سے خود خط نہیں لکھ سکے، یہ
پوسٹ کارڈ ان کے پرائیویٹ کلرک محمد ظہیر علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے

خط (۶) مکتوب الیہ ہندی اور سنسکرت کے عالم اور اردو فارسی میں گہری دلچسپی لیتے تھے جالی

اکبر سے خط و کتابت رہتی تھی۔ ان کے متعدد غیر مطبوعہ خطوط امیش پرشاد صاحب (بنارس) کے پاس موجود ہیں

خط کے آخر میں جو شعر نقل ہوا ہے وہ تھوڑی ترمیم کے ساتھ ایک دوسری جگہ بھی ملتا ہے یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ ۱۹۱۳ء میں یہ شعر کس طرح تھا۔ مسجد کان پور کے متعلق بلوہ اور گرفتاریوں کے پس منظر میں یہ اشعار لکھے گئے ہیں۔ عبدالماجد صاحب کو لکھتے ہیں۔

"شعر کی قدر زیادہ نہ ہوگی لیکن واقعات موجودہ کے لحاظ سے شاید ان اشعار کو ناپسند نہ کیجئے"۔

شیخ صاحب تو یہاں فکر مساوات میں ہیں ۔۔۔ بھائی صاحب کو سنا ہے کہ حوالات میں ہیں
قوم کے حق میں تو الجھن کے سوا کچھ بھی نہیں ۔۔۔ صرف آرزو کے مزے ان کی ملاقات میں ہیں
سر بہ سجدہ ہے کوئی اور کوئی تیغ بہ کف ۔۔۔ بس یہیں اس رزولیوشن کی خرافات میں ہیں

(عبدالماجد: ۲)

خط۱۰) اکبر قواعد اور اصول زبان کی بڑی پابندی کرتے تھے اور زبان کی صحت کا بھی خیال رکھتے تھے، رسالہ "معارف" اعظم گڈھ میں ایک تبصرہ مکتب کی جمع کسی نے مکاتیب لکھ دیا، یا غلطی سے چھپ گیا عبدالماجد صاحب کو بڑے خوبصورت انداز میں لکھتے ہیں۔ رسالہ معارف کے پہلے ہی صفحہ پر مکاتیب و مدارس چھپا پاتا ہوں۔ کیا مکاتب صحیح نہیں؟

(عبدالماجد: ۵۹)

لارڈ کرزن کی کتاب کا ظفر علی خاں صاحب نے ترجمہ کیا تھا، یہی کتاب کہ جس کے پیش نظر ہے، ایک جگہ وہ قالین کو تانیث استعمال کر گئے ہیں۔ تذکیر و تانیث کی ایسی فاحش غلطی دیکھ کر اکبر ضبط نہ کر سکے اور خود مترجم کو خط لکھنے بیٹھ گئے بعد میں انھوں نے ارادہ بدل دیا ادھر مولانا کو اس سے متعلق خط لکھا اور وہ نا تمام خط بھی منسلک کر دیا (دیکھئے خط ۱۱)

اکبر ترجمہ تخلیص میں خود بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ عبدالماجد صاحب کو لکھتے ہیں۔

"ریلیجن اینڈ ریالٹی (ٹیلکوتی) کی کتاب (Relig and reality) کا ترجمہ کیا چاہتا ہوں جو بالکل فلسفۂ تصوف ہے اور فاؤنڈیشن آف بلیف کا خلاصہ

(عبدالماجد: ۶)

خط (۸) ہاشم اکبر کے چھوٹے صاحبزادے تھے جن سے بہت امیدیں وابستہ تھیں ان کی موت کا اکبر پر بڑا صدمہ ہوا۔ اور وہ زندگی کی حلاوت کھو بیٹھے ۔ کیا بتاؤں کس عالم میں رہتا ہوں ، ہر روز دس پانچ مرتبہ ایک شعلہ حسرت سینہ میں مشتعل ہو کر دل کو جلاتا اور مجھ کو تڑپاتا ہے ، خودکشی ناجائز اور زندگانی بے حلاوت (شرف الدین احمد : ۲۷)

ان کی علالت و وفات کا ذکر ان کے متعدد خطوں میں ملتا ہے ، اس کا ذکر اس مجموعے کی "تقریب" میں بھی ملے گا تفصیل کے لئے اکبر کے خطوط دیکھے جائیں بنام سلطان احمد صفحات ۳۲ ، ۳۹ ، ۵۲ ، ۵۳ ، ۵۷ ، ۶۷ نیز عزیز لکھنوی صفحات ۵۳ ، ۸۶ ، ۸۸ ، ۹۲ ہاشم کے متعلق ان کا سب سے پردرد خط وہ ہے جو انھوں نے خواجہ صاحب کو لکھا ہے (اتالیق استانی : ۲۴)

دنیا سے دل برداشتگی ۱۹۱۲ء سے بھی پہلے شروع ہو چکی تھی ، ان کے مکتوبات اس مضمون سے بھرے پڑے ہیں ، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تقریب"

عزیز لکھنوی کے نام ایک خط میں (۲۵ / اکتوبر ۱۳ء) (۹۱ :) اس غزل کے دو شعر ایسے بھی درج ہیں جو یہاں نہیں ، اکبر نے اس زمین کے ۴ شعر درج کئے ہیں جن میں دو شعر ہمارے مجموعہ کے خط میں موجود ہیں اکبر لکھتے ہیں ، رات بے ساختہ یہ اشعار کہے " یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اکبر ۲۸ / جون ۱۳ء کو یہ اشعار دیگر اکبر آبادی کو بھیج چکے ہیں "رقعات اکبر" مرتبہ نصیر الدین میں یہ غزل ۴ شعروں کی ملتی ہے (افتخار : ۱)

خط (۹) اس خط میں جن اشعار کا اکبر نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں

چلنا جو میں چاہوں تو قدم اٹھ نہیں سکتا ... لکھنے کی ہو خواہش تو قلم اٹھ نہیں سکتا

ہو عزم فغاں کا تو زباں ہل نہیں سکتی ... جھکتا جو رہوں بار الم اٹھ نہیں سکتا

اللہ تعالے مجھے دنیا سے اٹھا لے ... اب مجھ سے یہ گردوں کا ستم اٹھ نہیں سکتا

خط (۱۲) یہ خط اس مجموعے کے سارے خطوط میں علمی لحاظ سے اہم ہے اس میں انھوں نے اسلام و ایمان میں جو فرق ہے اس کی تشریح کی ہے۔ اکبر جب کوئی علمی خط لکھنے بیٹھتے ہیں پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیالات انگریزی زبان میں آ رہے ہیں حسب معمول اس خط میں بھی انگریزی الفاظ کی بھرمار ہے۔ مکتوب الیہ پٹنہ کے ایک مشہور طبیب ہیں جو ابھی بقید حیات

ہیں اور صاحب علم و فضل ہیں ان کے پاس اور بھی خطوط تھے لیکن اس وقت مل نہ سکے۔
یہ خط اکبر نے ایک معمولی کاغذ پر بعجلت میں لکھا ہے جگہ نہیں بچی ہے تو گوشوں
اور حاشیوں پر لکھنا شروع کر دیا ہے نقوش صاف نہیں ہیں اس لئے پڑھنے میں
بڑی کھکھیڑ اٹھانی پڑی ہے

(۱۳) ذرہ اور ذرا کی بحث بہت پرانی ہے، اکبر نے جس مطلع کی داد دی ہے
وہ یہ ہے

بتائے دیتی ہے کم بخت راز سب دل کے
مری نگاہ، تمہاری نگاہ سے مل کے

(۱۴) اکبر نے کتاب کا نام " حالات ایران " لکھا ہے عزیز لکھنوی اس کا نام
سیاست نامہ ایران بتاتے ہیں (عزیز : ۶۳، ۶۴) ایک جگہ اس کا نام روزنامچہ
سیاست ایران لکھا ہے (عزیز :۶۱) ظاہر ہے کہ ان ناموں میں کوئی ایک ہی صحیح ہوگا
لطف کی بات یہ ہے کہ تینوں غلط ہیں کتاب کا نام "خیابان فارس" ہے، یہ ترجمہ ہے
لارڈ کرزن (گورنر جنرل وائسرائے ہند) کی اس انگریزی کتاب کا جس کا نام ہے
(Persia and The Persian question) اصل کتاب
مرتب نے دیکھی ہے لیکن ظفر علی خاں صاحب کے ترجمہ کی صرف پہلی جلد ہی دیکھنے میں آئی یہ
۶۱۲ صفحات پر ختم ہوئی ہے اور حیدرآباد سے ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی ہے مکمل کتاب کا
ترجمہ چار جلدوں میں شائع ہونے والا تھا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اکبر کے زیر مطالعہ اس وقت
کونسی جلد تھی، بخوبی ممکن ہے جلد اول ہو، اکبر کا خط ۱۹۰۵ء کا لکھا ہوا ہے، پہلی جلد
۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی ہے قیاس چاہتا ہے کہ دوسری یا تیسری جلد اس وقت شائع
ہوئی ہوگی اور وہی ان کے زیر مطالعہ ہوگی۔

راقم نے پہلی جلد میں " قالین اور غصت " کے الفاظ بہت تلاش کیے لیکن
ناکامی ہوئی۔

اکبر کا لکھنا کہ قالین دھلی اور لکھنو میں غالباً یہ صیغہ تذکیر ہے عجب ہے قالین
کی تذکیر میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ لفظ بغیر کسی اختلاف کے مذکر مانا گیا ہے۔

ہیں صاحب عبدالحق سے دہلی میں ملا وہ انگریزی کو گئے ہوئے تھے، کلیات حصہ سوم کب اور کہاں چھپا ہے اس کی متعدد فرمائشیں آئی ہوئی ہیں، ٹیو کا خط واپس کر رہا ہوں، یہ بڑا عجیب ہے مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کے اشعار انگریزی میں ترجمہ کرنے میں بڑے معاون ثابت ہوں گے۔ سب لوگوں کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

آپ کا — عشرت

اکبر کے خط پر تاریخ [illegible] ہے لیکن [illegible] ۱۹۲۱ء کا ہے

(۲۹) ڈاکٹر محمود صاحب کی تحریک اور حضرت صاحب کی تائید پر بھی اکبر اپنے کلام کو انگریزی میں ترجمہ کرا کے یورپ بھیجنے پر رضامند نہ ہوئے ان کی رائے اس خط سے ظاہر ہوتی ہے اس تجویز کا جس طرح مذاق اڑایا ہے وہ بہت پر لطف ہے۔

(۳۰) حضرت نیاز فتح پوری نے ۱۹۱۳ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں اکبر کے کلام پر تبصرہ تھا، یہ معلوم ہو سکا کہ یہ مضمون کہاں شائع ہوا تھا، اکبر اس سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ حضرت نیاز کے پاس اکبر کے چند خطوط تھے لیکن ان کے بیان کے مطابق وہ ضائع ہو گئے۔

(۳۱) ایڈیٹر صاحب "مساوات" کون بزرگ تھے اس وقت کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ حضرت نیاز ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں: ایڈیٹر مساوات کڑے کے رہنے والے تھے اور انھوں نے ہی سب سے پہلے میری کتاب "شاعر کا انجام" شائع کی تھی اب مجھے ان کا نام بھی یاد نہیں آتا۔"

(۳۲) مکتوب الیہ اس زمانے میں اپنا مشہور لغت "نوراللغات" مرتب کر رہے تھے۔ خط میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۳) "روبرے پبلک" کی ترکیب بہت گراں گذرتی ہے۔ واحدی صاحب نے یہ دونوں خطوط اپنے اخبار "خطیب" دہلی میں شائع کئے تھے اس خط کے نیچے یہ نوٹ ہے "حضرت گھبرائیے نہیں" خدا کو ایک کہے جائیں گے تو ایک روز ایک سکنڈ میں لکھیں گے اور بدلہ [illegible] سمجھ لیا تو کیک کے مقابلہ میں سویاں ہی پسند کریں گے، کیونکہ سویاں [illegible] کی ہوتی ہیں اور کیک مرکب ہے اشیاء سے جن میں مغربی ایمان رکھنے والا مغرب ہی اختیار کرے گا۔

(۳۴) یہ خط بھی (خط ۱) کے ساتھ راقم کو لٹن لائبریری میں [illegible] خط پر مکتوب الیہ کا نام

درج نہیں ہے اس لئے کچھ کہنا مشکل ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے یہاں غالباً الٰہ آباد میں
کوئی صاحب مہمان خانہ میں مقیم ہیں انھیں کے نام یہ دستی رقعہ لکھا گیا ہے اس پر تاریخ تحریر بھی درج
نہیں ہے اور نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ کہاں سے لکھا گیا ہے۔ اکبر خطوں پر تاریخ ضرور درج کیا کرتے تھے
اس پر تاریخ نہ لکھنے کی شاید یہ وجہ ہو کہ ایک دستی رقعہ ہے خط کے اندرونی شہادت سے معلوم
ہوتا ہے کہ خط کی تحریر کے زمانے میں ان کا لڑکا ہاشم زندہ تھا اور یہ کہ وہ کچہری بھی جایا کرتے
تھے۔ ہاشم نے جیسا کہ انھوں نے خود ایک خط میں تحریر کیا ہے ۵ جون ۱۳ء کو انتقال
کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خط ۱۳ء کے پہلے کا ہے۔

کچہری کا جانا اگر کسی وقت ضرورت سے نہ تھا تو پھر ہم ایک قدم اور آگے بڑھا سکتے
ہیں یہ رقعہ دوران ملازمت میں لکھا گیا ہے، اکبر ۱۹۰۳ء میں ملازمت سے علیحدہ ہوئے
ہیں اس لحاظ سے اس خط کا زمانہ تحریر ۱۹۰۳ء سے پہلے سمجھنا چاہیئے

"آن پہونچا" لکھنؤ کی زبان میں مدتوں سے متروک ہے۔

(۴۵) مکتوب الیہ نامعلوم، صرف ایڈیٹر صاحب سے کیا سمجھا جائے ممکن ہے، ریاض الاخبار
یا اودھ پنچ میں امیر اللغات پر کچھ لوگوں کی رائیں شائع ہوئی ہوں، اکبر نے بھی ان
اخباروں میں سے کسی ایک کے ایڈیٹر کو یہ تحریر بھیجی ہو۔

مختار الدین احمد